أفمن شرح الله صدره للإسلام فهو على نور من ربه فويل
الامام جنة يقاتل من ورائه
والله متم نوره ولو كره الكافرون
چه خوش بودے اگر ہر یک امت نور دین بودے * ہمیں بودے اگر ہر دل پر از نور یقین بودے
ضروری ضمیمه بتقریب مباحثه امروہی
من رشحات القلم الاحسن احسن المناظرین السید محمد احسن احسن الله حاله و مآله
وحسن باله و اعماله الامروہوی صانه الله عن الشر الخفی و الضر الجلی
قد طبع فی المطبع الریاضی امروہه
سید عین الحسن نجابت قلم امروہی
کاتب رساله هذا
بتاریخ ۸ دسمبر ۱۹۰۹ء

یافتاح

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

امابعد واضح خاطر عاطر ناظرین ہو کہ اوائل اپریل ۱۹۰۹ء میں سرکار والا ریاست رامپور نے اپنی خواہش باصرار ظاہر فرمائی کہ خاص اون کی روبکاری میں مابین احمدیوں اور اہل سنت غیر احمدیوں کے مناظرہ واقع ہو جس کو محبی ذوالفقار علی خاں صاحب نے بذریعہ ایک کارڈ کے بدیں خلاصۂ مضمون ظاہر کیا کہ ہمارے سرکار والا تبار کی خواہش ہے کہ اون کے سامنے احمدی سلسلہ کا اور اہل سنن کا مناظرہ ہو۔ اور حتی الامکان میں تحریری مناظرہ پر اڑا ہوں آنجناب کچھ اور تجویز فرمائیں تو اس عاجز کو مطلع فرمائیں انتہی خلاصۂ ما فی الکتاب۔ المورخہ ۲ اپریل ۱۹۰۹ء جو پوسٹ آفس کا مہری کارڈ ہے اور ہمارے پاس موجود ہے اسکے جواب میں سرکار والا کی خواہش کو اس امید پر منظور کیا گیا کہ چونکہ یہہ مناظرہ روبکاری میں ایک رئیس اعظم نواب صاحب عالی قدر و عظیم الشان کے واقع ہوگا اور بالضرور مفید عام و خاص ہو گا کیونکہ کوئی امر خلاف تہذیب اور مخالف شرائط کے بھی آنحضرت کی روبکاری میں واقع نہو ویگا اور ظن غالب تھا کہ عالم مناظر صاحب طرف ثانی کے مولوی احمد حسن صاحب امروہی ہی ہونویں گے کیونکہ وہ ہی اس خاکسار کے ہم وطن بھی ہیں اسلئے امروہہ اور اوس کے اطراف کے لئے بھی مفید تر ہوگا فلہذا شرائط مناظرہ حسب ذیل لکھکر روانہ کی گئیں وھی ھذہ۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم محب مکرم حضرت ذوالفقار علی خانصاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ نامۂ گرامی صادر ہوکر کاشف ما فیہا ہوا حسب الارشاد

تجویز مفید طرفین کے لئے کچھ شرائط عرض ہیں (۱) **شرط اوّل** چونکہ سلسلۂ احمدیہ کا
ایک مقصد عظیم مقاصد مہمہ میں سے حضرت عیسےٰ بن مریم علی نبینا وعلیہ السلام
کی وفات بھی ہے تاکہ بحکم یکسر الصلیب کے جو خاص کام مسیح موعود کا ہے اور اسی
ایک مسئلہ وفات سے دین عیسوی کی موت وہلاکت واقع ہوتی ہے لہذا اولاً بحث
مسئلہ حیات اور وفات عیسےٰ بن مریم میں بالضرور ہوگی اور جب تک اس مسئلہ
کا فیصلہ منفصل نہو جاویگا کوئی اور مسئلہ پیش نکیا جاویگا کیونکہ ہندوستانی رعایا
مین اگرچہ انواع انواع کے شرک واقع ہین جو اس زمانۂ آخری میں شائع ہو رہے
ہیں لیکن اون شرکوں کی وقعت عقلا کے نزدیک ایک ذرہ بھر بھی نہیں ہے لیکن
ہماری گورنمنٹ عالیہ عادلہ جس شرک میں مبتلا ہو رہی ہے ھدٰنا اللہ الی
الصراط المستقیم اوس کی وقعت عند الناس بہت بڑھی ہوئی ہے کیونکہ چار
دانگ عالم اور اوس کی قلمرو مین یہی شرک صلیبی پھیلا ہوا ہے جس کا اثر اہل اسلام
تک پہونچ گیا ہے اسلئے اللہ تعالےٰ کا ارادہ اس زمانہ آخری صدی
چہاردہم میں یہہ ہوا کہ ایک مجدد عظیم الشان اس سر صدی پر ایسا مبعوث
ہو کہ شرک صلیبی کا کسر وانکسار واقع ہو جاوے جو تمام دنیا میں پھیلا ہوا ہے
اور اوس کی امداد میں کروڑہا روپیہ صرف کیا جاتا ہے اور یہ کسر وانکسار بغیر
ثبوت موت وہلاکت معبود عیسائیوں کے متصور نہیں ہو سکتا اور باقی دوسری
اصلاحیں اوس کے ضمن میں اور بالتبع ہو سکتی ہیں اس لئے اللہ تعالےٰ
نے اپنے کلام پاک میں رد شرک معبودان باطلہ کے لئے اون کی موت کو
بڑے زور وشور کے ساتھ بیان فرمایا ہے کما قال اللہ تعالےٰ۔ والذین
یدعون من دون اللہ لا یخلقون شیئاً وھم یخلقون اموات غیر احیاء وما یشعرون
ایان یبعثون ۔ **شرط دوم** ہر دو فریق کو اختیار ہوگا کہ دو دو اپنے معاون
پیشتر بحث شروع کرنے سے تجویز کر لیویں معاونین کو اور نہ کسی اور کو
بحث کی تقریر کرنے کا اختیار نہوگا اور ہر دو فریق کی تقریر بدیکاری سرکار والا

یا تو اولا اوسی جلسہ میں تحریر ہو جاوے گی یا کوئی کاتب زود نویس بوقت
تقریر ہی کے تحریر کرتا جاویگا تا کہ کسی فریق کو یہہ گنجایش باقی نہ رہے کہ میں
نے یہہ نہیں کہا تھا یا اور کچھہ زیادہ یا کم کہا ہے چونکہ غرض احقاق حق اور
انسداد نزاع سے ہے جو اس شرط سے حاصل ہوتی ہے لہذا یہہ شرط بھی
ضروری ہے **شرط سوم** وقت بحث کا تین گھنٹہ ہوگا یعنی ڈیڑھ گھنٹہ ہر ایک
فریق کیلئے اور وقت گذر جانے پر کسی فریق کو کچھہ اور لکھوانے کا اختیار نہوگا
کیونکہ اندریں صورت سلسلہ بحث کا بہت طویل ہو جاوے گا اور ہر ایک
فریق اپنی قلم بند شدہ تقریر کو بآواز بلند سُنائیگا اور تقریر غیر مصدقہ احد
المناظرین و میر مجلسان کے اوس جلسہ میں قابل اعتبار نہو گی **شرط چہارم**
فریقین کو صرف قرآن کریم اور سنت صحیحہ مثبتہ سے علی منہاج النبوت استدلال
کرنا ہوگا۔ اور علے منہاج النبوۃ سے یہ مطلب ہے کہ بعض مکاشفات نبویہ
علیہ الف الف صلوۃ و تحیہ ایسے ہیں کہ اون میں بغیر ماننے مجاز اور استعارات
مندرجہ علم معانی کے مراد صحیح معلوم نہیں ہوسکتی مثلاً جیسا کہ فرمایا اللہ تعالے نے
انی رائیت احد عشر کوکبا و الشمس و القمر رائیتھم لی ساجدین
اسپر حضرت یوسف بوقت وقوع اس پیشینگوئی کے فرماتے ہیں ھذا تاویل
رویای قد جعلھا ربی حقا دیکھو اس تاویل کے واقع ہو جانے پر
حضرت یوسف نے کس جوش اور اخلاص سے مراد الہی جو الفاظ مندرجہ پہلی
آیت میں مجازاً ہے بیان فرمائی؟ اور ظاہر ہے کہ کلام بلیغ میں مجاز اور استعارات
کا ہونا ضروریات سے ہے خصوصاً پیشین گوئیوں میں۔ ہاں بالضرور در صورت
واقع نہونے تعارض یا تناقض کے کلام کو محمول علی الظاہر بھی کیا جاوے گا۔
کیونکہ یہہ پیشین گوئیاں متعلق احکام فرض و واجب یا حلال و حرام کے نہیں ہیں
جن کا علی الظاہر محمول کرنا ضروری ہوتا ہے **شرط پنجم** ترتیب بحث کی یہ ہوگی
کہ بعد بحث حیات و ممات کے عقلاً و نقلاً بحث اس امر میں ہوگی کہ حالات نا

مقتضی اس امر کے تھے یا نہیں کہ اس سر صدی پر مبعوث ہونا مجدد کا ضروری تھا
بعد طے ہو جانے اس مسئلہ کے صدق یا کذب دعوی حضرت مرزا غلام احمد
صاحب میں علی منہاج النبوۃ گفتگو ہوگی۔ اور منہاج النبوۃ سے جو مراد ہے وہ
لکھی گئی تتمہ اس شرط کا یہہ بھی ہے کہ انبیاء و مجددین کے اجتہادی اقوال علاوہ
متون الہامات کے استدلال میں بہ نقض دعاوی میں نہ لائی جاویں گی کہ اجتہاد
میں خطا واقع ہو سکتی ہے کما قال اللہ تعالے وما ارسلنا من قبلک من رسول
ولا نبی الا اذا تمنّٰی القی الشیطان فی امنیتہ فینسخ اللہ ما یلقی الشیطان
ثم یحکم اللہ ایاتہ اگرچہ خاکسار بوجوہ موجہ اون قصص کو تسلیم نہیں کرتا ہے
جو اس آیت کی شان نزول میں مفسرین نے لکھی ہیں کما حققہ فی التفسیر الکبیر مگر
اس آیت سے یہ امر بھی بخوبی واضح ہے کہ بعض تمنی رسل اور انبیاء کے بھی اللہ
تعالے کی طرف سے نہیں ہوتی بلکہ اون کے نفس قدسیہ کی طرف سے بسبب
آمیزش قوۃ وہمیہ کے ہو جاتی ہے جو خواص بشریہ سے ہے لیکن معہذا
اون کی کمال ایمان کا مقتضی ہوتا ہے پس اونکا اجتہاد اوس طرف بھی چلا جاتا
ہے جو مراد الٰہی نہیں ہوتی ہے مگر اون کو اوس پر قایم نہیں رکھا جاتا بعد اسکے
بالآخر حضرت مرزا صاحب کے الہامات میں گفتگو ہوگی مگر علی منہاج النبوت
جسکی مراد ہم اوپر لکھ چکے ہیں پھر حضرت مرزا صاحب کی وفات میں بالآخر
گفتگو ہوگی کہ اون کی موت جھوٹی مدعیون کی سی واقع ہوئی یا علی منہاج النبوۃ
میری دانست میں ان مسائل پنجگانہ مذکورہ میں بحث ہونا ہی کافی ہو جاویگا
انشاء اللہ تعالے آیندہ اگر کوئی اور مسئلہ بھی مسائل متنازع فیہا مین سے فریق ثانی
پیش فرمائینگے تو اُس میں بھی گفتگو ہو سکتی ہے مگر ترتیب بحث کی یہی رہے گی
جو لکھی گئی علاوہ ان مسائل کے دوسرا مسئلہ آخر میں رہیگا الاقدم فالاقدم
بغیر اس ترتیب طبعی کے مناظرہ محض فضول ہے جس کا کوئی نتیجہ مستند بہا حاصل
نہیں ہو سکتا کیونکہ یہہ ترتیب ایسی ہے جیسا کہ اشکال پنجگانہ اقلیدس کی ترتیب

ہے ورنہ خاکسار کو اعراض ہوگا کما قال اللہ تعالیٰ والذین ہم عن اللغو معرضون
یہہ پانچ شرائط ہیں اور پانچ ہی مسایل ہیں جو بخدمت سرکار والا بعد پنجتن علیہ السلام
کے لکھے گئے ہیں آپ اس کاغذ کو روبکاری سرکار والا میں سنا دیویں بعد
تصدیق آنحضرت دام اقبالہم کے اگر اوس عالم مناظر سے بھی تصدیق کرا دیں جو فریق
ثانی کیطرف سے مناظرہ میں تشریف لائینگے تو بہتر ہے تاکہ پھر کسی طرح کا نزاع
واقع نہو پھر خاکسار کو اطلاع دیویں انشاء اللہ خاکسار بشرط حیات اور عدم عروض
امراض کے حاضر ہوسکتا ہے اگر آپ چاہیں گے تو ہمراہ خاکسار کے امروہہ
سے چند صاحبان بھی حاضر ہوسکتے ہیں جیسا کہ آپکا منشا کارڈ مذکورہ میں ہے
مورخہ ۱۰ اپریل ۱۹۰۹ء خاکسار سید محمد احسن امروہہ محلہ شاہ علی سرائے۔
بعدہ ان شرائط محررہ مبلغہ کی نسبت ایک کارڈ محررہ حضرت ذوالفقار علیخان
صاحب کا بیرنگ بذریعہ ڈاک پہنچا جس کا خلاصہ مضمون یہ تھا کہ شب گذشتہ
جناب کی تحریر سرکار والا تبار نے خود ملاحظہ فرمائی ہے جملہ شرائط منظور کی
ہیں ایک شرط اپنی طرف سے بڑہا دی ہے وہ یہہ ہے کہ بعد طے ہو جانے
مراتب مندرجہ شرائط آنجناب کے چھٹا مضمون یہ ہوگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وآلہ الف الف صلوٰۃ والسلام کے بعد کوئی نبی کسی حیثیت کا معبوث ہوسکتا
ہے یا نہیں انتہی موصولہ ششم مئی ۱۹۰۹ء اسکے بعد بنا بر مزید احتیاط کے خانصاحب
ممدوح کو لکھا گیا کہ شرائط طبع ہو کر شائع ہو جاویں اور حضرت سرکار والا کے
دستخط سے مزین ہونا بھی ضروری ہے اوس کے جواب میں خانصاحب موصوف
نے بذریعہ کارڈ ۲۵ مئی ۱۹۰۹ء کے تحریر کیا کہ نامہ نامی موصول ہوا زبانی
ارشاد سرکار عالی کا کافی ہے وبس۔ چونکہ خاکسار کو بارہا تجربہ ہو چکا ہے کہ جس
جگہ مثلاً مدراس۔ بنگلور۔ لاہور۔ وغیرہ وغیرہ میں مخالفین سے مناظرہ واقع
ہوا ہے اوس میں شرائط مفید طرفین کے خلاف ورزی ضرور کی گئی ہے لہذا
مکرر خانصاحب کی خدمت والا میں تحریر کیا کہ شرائط مذکورہ ایک بورڈ پر

جلی قلم سے خوشخط لکھوا کر جلسہ مناظرہ میں آویزان کرا دیجاوین اس کو جناب خانصاحب نے منظور فرمایا مگر آئندہ ناظرین پر واضح ہو جاویگا کہ نہ اوس کی تعمیل ہوئی اور نہ اس گذارش کی تعمیل ہوئی جو عرض کیا گیا تھا کہ جلسہ مناظرہ میں ایک ایسا معزز بارعب میر مجلس اور پریسیڈنٹ ہو جس کا رعب کل حاضرین جلسہ پر واقع ہووے انا للہ وانا الیہ راجعون وانی اشکو بثی وحزنی الی اللہ

باوجودیکہ حضرت خانصاحب ممدوح نے کارڈ یکم جون ۱۹۰۹ء میں وعدہ بھی فرمایا تھا کہ شرائط مباحثہ میں صاف لکھوا لونگا مگر چھپنا بعد میں مناسب ہوگا انتہے معہذا یہہ تھوڑی سی کارروائی بھی عمل میں نہیں آئی کہ شرائط مباحثہ جلی قلم سے خوشخط لکھوا لیجاتیں اور بحث نبوت کے بارہ میں اس خاکسار نے لکھ بھیجا کہ بڑی خوشی اور نشاط خاطر سے بحث دربارہ نبوت حسب درخواست سرکار والا کے ہم کو بدل وجان منظور ہے بلکہ بعد طے ہو جانے بحث وفات مسیح کے ہی ہم اس بحث نبوت کا نمبر مقرر کرتے ہیں اور اگرچہ ہمنے اس بحث نبوت کو ضمناً اپنے نوٹوں میں لے لیا ہے مگر حضرت سرکار والا نے جو اس بحث کو مستقل مضمون قرار دیا ہے ہم اس قرارداد سے حضرت نوابصاحب بہادر کے ذہن رسا کی بہت تعریف کرتے ہیں اور فی الحقیقت اس بحث نبوت کا مضمون ضرور مستقل ہونا چاہئے تھا بعد اللتی واللتیا خاکسار مع اپنے ہمراہیان جناب مولوی سید سرور شاہ صاحب اور جناب مولوی مبارک علی صاحب اور جناب حافظ روشن علی صاحب وغیرہم کے ۱۴ جون کو شام کی ریل میں بمقام رامپور بر مکان محبی ذوالفقار علی خان صاحب کے پہونچ گیا اور حضرت نواب صاحب کا ہم شکریہ ادا کرتے ہیں کہ ہمارے استقبال کے لئے خاص گاڑی سرکاری اور نیز دیگر گاڑیاں اصطبل کی اسٹیشن پر حاضر کر رکھی تھیں جزاہ اللہ خیراً ان تکریمات اور تحریکات نواب صاحب بہادر سے ہم کو امید قوی تھی کہ یہہ مناظرہ ایک تہذیب اور متانت کیساتھ مفید عوام وخواص

ہو گا لیکن برعکس اسکے اول ہی سے بعز من نقض شرائط منظور رشدہ حضرت نواب صاحب کے ایک نامہ مورخہ ۱۳ جون ۱۹۰۹ء موصول ہوا جس میں بجاے نام راقم کے مکتوب منہ کا پتہ مجملاً مناظر اہل سنت والجماعت لکھا ہوا تھا اور مکتوب الیہ کا نام حافظ احمد علیخاں صاحب افسر کارخانہ جات لکھا تھا یہ خط ہمارے پاس بجنسہ موجود ہے اب ناظرین سمجھہ سکتے ہیں کہ مناظر کی تعیین جو اس خط میں نہیں کی گئی اوس میں کیا چند اغراض مخفی نہیں تھیں اول تو یہہ کہ علماے رامپور وامروہہ مثل مولوی احمد حسن صاحب امروہی کی اول سے اول ہی تحقیر و توہین واقع ہو کہ ان میں سے کوئی ذی علم باوجود ادعاے فضل و کمال علمی کے یہہ بھی قابلیت علمی نہیں رکھتے کہ دعاوی حضرت اقدس کو جنکو وہ باطل سمجھتے ہیں بمقابلہ مولوی محمد احسن صاحب کے دلایل شرعیہ سے ابطال کر سکیں کیونکہ مخفی مناظر تو اون کے اذہان میں مولوی ثناء اللہ صاحب ہی تھے جن کو اس خاکسار نے سواے ایک مرتبہ کے مخاطب ہی نہیں کیا تھا وہ بھی بعد وفات حضرت اقدس کے بضرورت اصرار بعض احباب امروہہ کے بحکم الضرورة تبیح المحظورات کے مخاطب کیا تھا جس خطاب کا جواب اونسے آج تک نہیں ہو سکا اور نہ کسی اور مخالف ذی علم سے اوس کا جواب شایع ہوا چنانچہ رسالہ حیات الانبیا فی وفات الانبیا اور اشتہار تنویر الابصار اور کحل الجواہر شایع شدہ ابتک موجود ہیں اور تمام دنیا میں شایع ہو چکے ہیں جسکا جواب ندارد ومن ادعی فعلیہ الاظہار والبیان دوسری غرض اخفاے نام مناظر سے یہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ علماے جماعت احمدیہ کے مولوی ثناء اللہ صاحب کا نام سنکر بسبب اوس کے ناقابل خطاب ہونے کے اوس کو اپنا مقابل و مخاطب نہ کرینگے ہاں بوقت مناظرہ جب وہ کھڑا ہو جاویگا تو اوس کو کون روک سکتا ہے بقول شخصے مارتے کا ہاتھ پکڑا جا سکتا ہی کہتے کی زبان نہیں پکڑی جاتی۔ تیسری غرض یہہ ہو گی کہ جو امور نشش گانہ اس

خط میں مرقوم ہیں وہ بمقابلہ اون شرائط مفید طرفین مندرجہ ہمارے خط ۹ اپریل سنہ ۱۹۰۱ء کے ایسے بیہودہ اور عبث ہیں کہ اون کی لغویت بشرط انصاف اظہر من الشمس ہے چنانچہ اول ہیں لکھا ہے (۱) ظاہر ہے کہ وفات حضرت عیسی بن مریم علیہما السلام جس کو فرقہ احمدیہ سب سے اول ہمیشہ مناظرہ کے لئے پیش کیا کرتے ہیں نہ مدار بحث ہے نہ ابطال مذہب عیسوی اوس پر موقوف ہے الخ اور آخر اسی نمبر میں خود آپ ہی اس قول کو منقوض کرتا ہے کہ بے شک مسئلہ وفات عیسے علیہ السلام مرزا صاحب کے دعوے مسیحیت کا موقوف علیہا ہے اور موقوف علیہا کا ثبوت موقوف کے ثبوت پر مقدم انتہے بلفظہ ناظرین اس اقرار کو معہ تناقض کے یاد رکھیں ۔ اور ابطال مذہب عیسوی کا یعنی بطلان حضرت عیسے کے خدا یا ابن اللہ ہونیکا اون کی موت سے ہم اول ہی خط متضمن شرائط میں قرآن مجید سے ثابت کر چکے ہیں پھر اسی نمبر میں یہہ مخفی مناظر لکھتا ہے کہ ابطال مذہب عیسوی موت عیسے پر اسلئے موقوف نہیں کہ بر تقدیر ثبوت وفات عیسے علیہ السلام کے علی مرالدہور مذہب عیسوی کا الی الآن دنیا میں وجود ہے ۔ بریں عقل و دانش بباید گریست ۔ یہہ شخص اسقدر بھی نہیں سمجھتا کہ حسب الحکم آیت قرآن مجید لیہلک من ھلک عن بینۃ و یحیی من حی عن بینۃ کے مذہب عیسوی کا دنیا میں موجود ہونا اوس کے ہلاک یعنی بطلان کا کب منافی ہے ہزاروں مذہب مردہ یعنی باطل ہیں اور دنیا میں موجود ہیں اون کے موجود ہونے سے اون کا مردہ اور ہلاک ہونا کیونکر نفی ہو سکتا ہے ایہا الناظرون یہ ہے لیاقت علمی اون مجمع کثیر علما کی جن کے مشورہ سے یہہ خط لکھا گیا ہے اور بھی لغو باتیں اس خط میں موجود ہیں جن کے ابطال میں ہم اپنی اوقات کو ضائع نہیں کرتے ۔ نمبر دوم میں مناظر مخفی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ معاونین کا دو میں حصر کرنا غیر موجہ ہے مگر خیر منظور ہے ۔ اس حصر کو غیر موجہ قرار دینا صرف اس وجہ سے ہے

کہ بغیر تعیین عدد کے جو شخص چاہے گا تو تو میں میں کر کر بحکم والغو فیہ لعلکم تغلبون کے غلبہ حاصل کر لیا جاوے گا وانی لھم ذلت مخالفین کی یہ عادت بھی قدیمی ہے۔

چو صحبت نماند جفا جوئے را ... بہ پرخاش درہم کشد روئے را

لیکن اہل انصاف سمجھتے ہیں کہ ایسی باتوں سے حصول غلبہ کیونکر ہو سکتا ہے قل ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین تعلیم اسلام میں نہیں ہے نمبر سوم کے ضمن میں آپ کہتے ہیں کہ ڈیڑھ گھنٹہ ہر فریق کی تقریر کے لئے مقرر کرنا غیر مناسب ہے (یعنی زیادہ ہے) اس لئے کہ مجلس مناظرہ ہے نہ مجلس وعظ۔ ناظرین کو اس فقرہ ترمیم کردہ سے ثابت ہو گیا ہوگا کہ مناظر مخفی صاحب کو اسقدر بھی لیاقت نہیں معلوم ہوتی جو ڈیڑھ گھنٹہ تک تقریر کر سکے اور پھر لطف یہ ہے کہ اسی نمبر کے آخر میں آپ تحریر فرماتے ہیں کہ اگر ایک دن کے وقت معینہ میں مسئلہ طے نہوگا تو دوسرے دن اوس کی تکمیل ہو جائیگی۔ ایحضرت ایسا تناقض بین یعنی جبکہ مسائل متنازعہ فیہا کا ایک دنمیں طے نہونا بھی مسلم ہے تو پھر معہذا ڈیڑھ گھنٹہ کیوں زیادہ اور غیر مناسب ہوا باقی اس نمبر میں اور جو کچھ لکھا ہے وہ ہم خود خط متضمن شرائط مورخہ ۸ اپریل میں لکھ چکے ہیں پھر آپ کا اس میں مکرر لکھنا فضول و عبث ہے یا نہیں مگر ایسی تطویل لاطایل میں ایک غرض مخفی آپ کی یہہ معلوم ہوتی ہے کہ ناظرین کو یہہ دھوکا دیا جاوے کہ ابھی تک شرائط مندرجہ خط ۸ اپریل کو نواب صاحب بہادر فریق مخالف کے وکیل نے منظور نہیں فرمایا ہے حالانکہ شرائط کے طے ہونے کے بعد علمائے فریقین حاضر ہوئے ہیں پھر یہہ دجل نہیں تو اور کیا ہے پھر نمبر چہارم میں بھی آپ نے چند امور لغو لکھے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں کہ جو دلائل ثبوت مدعا میں پیش کیے جاویں گے تو قواعد عقلیہ مسلمہ عند اہل العقل کا ماننا ضروری ہوگا اس فقرہ کے لکھنے میں مناظر مخفی کو شرمد

حیا نہ آئی کہ میں تو خود قواعد عقلیہ مسلمہ عند اہل العقل کو تسلیم نہیں کرتا ہوں پھر میں
اس فقرہ کو کیونکر لکھ سکتا ہوں کیونکہ حضرت عیسےٰ کی حیات دو ہزار سالہ کا
میں معتقد ہوں پھر اون کے آسمان پر چڑھ جانے کو اعتقاد کر رہا ہوں پھر
بغیر ستہ ضروریہ کے اون کی حیات دو ہزار سالہ مان رہا ہوں علاوہ اس پر
ایک بشر کی نسبت الان کما کان بغیر کسی طرح کے تغیر کا اعتقاد کر رہا ہوں پھر آسمان
دوم یا سوم سے اون کے اوترنے کا ایمان رکھتا ہوں وغیرہ وغیرہ پھر میں کیونکر
اس فقرہ کو اپنے قلم یا زبان سے نکال سکتا ہوں مگر شرم و حیا چہ کی ست کہ پیش
مردان بیاید پھر آپ اسی نمبر چہارم کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ دلائل نقلیہ
کی صورت میں قواعد شرعیہ کی تسلیم لازم ہے ایحضرت خط متضمن شرائط میں
جو لکھا گیا ہے کہ اول استدلال کتاب اللہ سے ہوگا اور پھر سنت صحیحہ مثبتہ
سے کیا یہہ قاعدہ جو مسلمہ جمیع مجتہدین اسلام و علماے اصول فقہ ہے قواعد
شرعیہ سے باہر تھا جو آپ کو اس ترمیم کے لکھنے کی ضرورت پڑی پھر آپ
لکھتے ہیں کہ قرون ثلثہ مشہود لہا بالخیر اور علماے راسخین اور ائمہ مجتہدین رضوان
اللہ علیہم اجمعین بلکہ جمہور امت و جم غفیر علما و ائمہ کا جو طرز استدلال تھا
اور ہے یا جن جن دلایل کو اونہوں نے ثبوت شرعیات میں معتبر گردانا ہے اوسکا
ماننا فریقین پر ضرور ہوگا۔ اے حضرت ہم نے جو خط متضمن شرائط میں لکھدیا
ہے کہ اول استدلال کتاب اللہ اور پھر سنت صحیحہ مثبتہ سے ہوگا ان سب
کا طرز استدلال بھی یہی ہے اور یہی تھا مگر آپ کی غرض اس تطویل لاطائل سے
یہہ ہے کہ حضرت عیسیٰ کی حیات کی نسبت مفسرین کے اقوال کثرت سے
نقل کرکے دکھلادیے جاویں گے کہ دیکھو جم غفیر علما کا اسی طرف ہے اور پھر
کہدیا جاوے گا کہ دیکھو احمدی فرقہ اجماع امت کی مخالفت کرتا ہے پس
باطل ہے اور مناظرہ ختم اور فتح ہوگئی ایحضرت کوئی قول بغیر تمسک کرنے کتاب
و سنت کے کسی مجتہد کا ہو یا کسی عالم کا اگرچہ جم غفیر کا بھی ہو مگر در صورت

مخالفت کتاب وسنت کے وہ مردود و باطل ہے خصوصاً جبکہ وہ قول
پیشین گوئی کے بارہ میں ہو جس کی نسبت قبل از وقوع پیشگوئی کے کوئی
قول یقینی طور پر مراد ہونے پیشگوئی میں متعین ہوہی نہیں سکتا کہ یہی مراد
الٰہی ہے لاغیر معلوم ہوتا ہے کہ اس مناظر نے ہمارے رسائل کا بالکل مطالعہ
نہیں کیا کیونکہ اس کی نسبت تو ہم نے شواہد عشرہ اول حصہ اعلام الناس
میں سے تحریر کر دئے ہیں جس کا جواب آج تک اس مدت دراز بیس ۲ سال
میں کسی عالم سے نہیں ہو سکا ومن ادعی فعلیہ البیان اور یہہ جو لکھا ہے کہ کلام
اپنے حقیقی معنوں پر محمول ہوگا اس کے بارہ میں جو امر حق ہے اوس کو ہم
نے خط مورخہ ۸ اپریل میں ہی مبرہن کر دیا ہے پھر اوس برہان کا نقض
کر کے کیوں نہیں دکھلایا نمبر پانچ میں لکھا ہے کہ ترتیب بحث کے متعلق نمبر اول
میں بحث گذر چکی ہے پس اعادہ فضول ہے الخ ہمنے روز اوّل ہی بدلائل قطعیہ
موت عیسی علیہ السلام کو ثابت کر دیا اور آپ کے مناظر مخفی سے اون دلائل
مثبتہ قطعیہ کا نقض نہیں ہو سکا پس وفات حضرت عیسےؑ کی ثابت اور بموجب اقرار
مندرجہ خط ہذا دعاوی حضرت اقدس کے بھی ثابت کما سیاتی نمبر ششم
کی نسبت گذارش یہہ ہے کہ ہم تو اوّل ہی بحث نبوت کو حسب فرمایش
جناب نوابصاحب بہادر کے سلطان مباحث قرار دے چکے ہیں اور یہہ
اقرار آپ کا کہ جملہ فرق اسلامیہ حضور سرور عالم خاتم الانبیاء
والمرسلین احمد مجتبے محمد مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کے وجود
کو تسلیم نہیں کرتے الخ آپ کے اعتقاد مزعوم عیسے کے مبعوث ہونیکو بھی
استیصال کر رہا ہے کیونکہ وہ تو بعد وفات نبی کریم کے ہی آنے والے ہیں
فما ھو جوابکم فھو جوابنا ایہا الناظرون یہہ ہی خلاف ورزی شرائط
منظور شدہ نواب صاحب بہادر کی جو اوّل سے اول ہی بذریعہ
خط ۱۳ جون کے کی گئی آیندہ جو کچھہ ارتکاب غدر کا مناظر مخفی صاحب نے

اندرون مباحثہ کیا ہے وہ بھی کسیقدر ناظرین کو دکھایا جاوے گا اور آخر میں اس
خط کے ایک اور چال بھی چلی ہے وہ یہہ کہ حضرت امام حسینؑ لیکن وہ ہی
حسینؑ جو شیعوں کے معبود ہیں اون کی نسبت حضرت اقدس کے چند اشعار
بھی نقل کر دئے ہیں تاکہ حضرت نواب صاحب بہادر کو بسبب اون کے
شیعہ ہونے کے فرقہ احمدیہ کی طرف سے ایک سخت اشتعال اول سے
اول ہی پیدا ہو جاوے لیکن یہہ بھی چال مخفی مناظر صاحب کی ایک ابلہ فریبی
تھی کیونکہ ہمارے ذمہ تو صرف اس امر کا ثبوت ہے کہ حضرت اقدس کا مہدی
معہود اور مسیح موعود ہونا ثابت کردیویں پھر تو خود بخود حضرت اقدس کی
ایک قسم کی فضیلت حضرت امام حسینؑ پر ثابت ہو جاوے گی مگر اول سے اول
اس مسئلہ کا چھیڑنا اور خلاف ورزی شرائط منظور شدہ کے کرکے اشتعال
دلانا دجل نہیں تو اور کیا ہے اب ہم یہہ بھی دکھائے دیتے ہیں کہ اہل تشیع کے
نزدیک بھی حضرت مہدی معہود کی فضیلت بلکہ اون کے متبعین کی فضیلت کل
اولین و آخرین امت پر ثابت ہے چنانچہ علی حائری غایت المقصود جلد چہارم
صفحہ ۱۴ میں لکھتا ہے بحوالہ فصل دوم کتاب یوئیل نبی کے خلاصہ معنی سائر فقرات
دراں روز امت بسیار و شجاعے کہ امتی از اول مثل ایشان نیامدہ و بعد
ازاں نیز نخواہد بود در کوہہا پہن خواہد شد در پیش آں آتش سوزاں و در عقب
آں مشعلہ فروزاں خواہد بود و زمین دراں وقت چوں باغ باصفا. مانند اسپاں
میروند و برابر ان امتہا در عذاب خواہد بود الی قولہ وانطباق بسیارے
ازینہا بر حجۃ اللہ الاکبر حضرت امام مہدی موعود منتظر فداہ روحی و بر لشکر
آنجناب ثابت و بیروں آمدن آنحضرت از کوہ کدعہ و پہن شدن لشکر
آنجناب بر سہل و جبل زمین شورہ و شیریں ثابت است انتہے بلفظہ جبکہ
امام زمان منتظر کی امت کی یہہ فضیلت ہے تو اُن کے مقتدا اور پیشوا کی
افضلیت کا کیا ذکر ہے۔ اسی کتاب کے صفحہ ۱۵ کے اخیر پر لکھتا ہے

یعنی بیاید آں ساعت کہ پائدار شود فرج و بسیار شود وحی و نبوت انتھی
الحاصل اس کتاب میں ۲۲ بشارتیں ایسی لکھی ہیں کہ مہدی موعود کی فضیلت
تمام اولین و آخرین پر اون سے ثابت ہوتی ہے پس اگر ثابت ہو جاوے کہ
حضرت اقدس ہی مہدی معہود اور مسیح موعود ہیں جن کی بشارتیں کتب
سابقہ اور احادیث نبویہ علیہ الف الف صلوۃ و تحیہ میں مذکور ہوئی ہیں تو پھر
اوس کی فضیلت حضرت امام حسین علیہ السلام پر ہونے میں خود اہل تشیع
کے نزدیک کیا شک و شبہ ہے۔ پھر حضرت نواب صاحب بہادر جو اس
فضیلت مہدئ کے قایل ہیں وہ کیوں ہم پر مشتعل ہوں گے البتہ ہم سے یہ
مطالبہ کرنے کا استحقاق رکھتے ہیں کہ تم مرزا صاحب کا مہدی موعود ہونا ثابت
کرو۔ اب ناظرین کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ قبل شروع کرنے مناظرہ ہی کے مخفی
مناظر صاحب نے کیسا نقض شرائط کا کیا ہے پس اندرون جلسہ کے تو کیا کچھ
نقض معاہدہ نہ کیا ہو گا جس کا کسیقدر بیان آیندہ بھی آویگا اب چونکہ اکثر احباب
اصرار کرتے ہیں کہ جو تقریر آپ نے اوّل روز بیان کی تھی اوس کی اشاعت
کردی جاوے اور جو نوٹ بحث نبوت وغیرہ کے لئے آپ نے کئے ہوں
وہ بھی سب کے سب شائع کردئے جاویں بلکہ بحث وفات کے بعد ہی بحث
نبوت کی ہو جیسا کہ حضرت نواب صاحب بہادر اور مناظر مخفی اور جملہ علماے
طرف ثانی کا منشا باصرار تھا اور اس امر کی کچھ پروا نہ کیجاوے کہ یہ تقریر
حسب شرائط کے غیر مصدقہ ہے کیونکہ ہم مخالفین کو بھی اجازت دیتے ہیں کہ
وے بھی اس کا جواب غیر مصدقہ شائع کردیں جبکہ مخالفین اور مناظر مخفی نے
اپنی تقریر ابتک نہیں دی اور نہ شائع کی باوجودیکہ حضرت نواب صاحب
بہادر نے بھی ہماری طرف سے بہت تاکید سے طلب کی اور اون سے
فرمایا کہ ارا کین جماعت احمدیہ اپنی تقریر دستخطی تم کو دیتے ہیں تم بھی اپنی
تقریر اون کو دیدو مگر مناظر صاحب کی طرف سے اوس کے دینے میں لیت ولعل

ہی رہا تو پھر آپ اپنی تقریر روز اوّل کو معہ دیگر باقی نوٹوں کے شائع کیوں نہیں کر دیتے تا کہ اسی تحریک سے وے اپنی تقریر کو بعینہ یا کم و بیش ہی کر کے شایع کر دیویں اور پھر پبلک اس امر کا کچھ تو فیصلہ کر سکے کہ مولوی ثناء اللہ صاحب اور مولوی احمد حسن صاحب کی کیسی فتح ہوئی ہے کیونکہ ابتک جو کچھ طرفین کے اخباروں میں شائع ہوا ہے نہ آپ کا مضمون شائع ہوا نہ اون کا ہاں یہ تو ظاہر ہے کہ اگر طرف ثانی کی تقریر آپ کے دلائل کے ناقض ہوتی اور مثبت حیات عیسیٰ کی ہوتی تو جس طرح پر آپ اون کو اپنا مضمون دیتے تھے وہ بھی اپنا مضمون ضرور آپ کو دے دیتے لیت ولعل کیوں کرتے کما قال الجامی ؎

تراچوں معنئ در خاطر افتد	کہ در سلک معانی نادر افتد
نیاری از خیال آں گذشتن	دہی بیروں زگفتن یا نوشتن

لہذا بسبب اصرار بعض احبہ مثل شیخ رحیم بخش صاحب و میاں عبد السمیع صاحب تاجر کتب وغیرہ کے وہ تقریر معہ بحث نبوت اور دیگر نوٹوں کے شائع کی جاتی ہے اور اس جگہہ پر اون واقعات کو ہم قلم انداز کرتے ہیں جن سے صریح ثابت ہوتا ہے کہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے معلومی پارٹی کی اون شرائط کا سرتا پا نقض کیا ہے جس کو حضرت نواب صاحب بہادر منظور اور پسند فرما چکے تھے جن صاحب کو اون واقعات کا دیکھنا منظور ہو وہ دیکھیں اخبار بدر ۱۴ اکتوبر ۱۹۰۹ء وغیرہ کو جس میں ایک ہمارے محب صادق اٹاوی نے عجیب وغریب مضمون لکھا ہے اور دوسرے ہمارے دوست صادق مفتی صاحب نے اخبار بدر میں اوس کو شائع کیا ہے والمضمون المذکور ھذا فی اول یوم المناظرہ

تقریر مولوی محمد احسن صاحب امروہی بارہ وفات مسیح علیہ السلام بمجلس مناظرہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی و نسلم

الحمد للہ الغفور الودود والصلوٰۃ علی رسولہ الموعود بالمقام المحمود وعلی الہ العظام واصحابہ الکرام اما بعد ایہا الاحباب آج کی تاریخ یہ جلسہ وہ جلسہ مبارکہ ہے کہ جو بحضور سرکار والا والی ریاست رامپور خلد اللہ ملکہ حسب خواہش سرکار والا منعقد ہوا ہے اور اس جلسہ کی غرض اور غایت یہ ہے کہ ہم خشیت اللہ سے کام لیکر احقاق حق و ابطال باطل کے لئے خدائے تعالیٰ سے توفیق اور مدد چاہیں اسلئے اس سے پہلے کہ میں اپنا مضمون شروع کروں یہ دعا کرتا ہوں کہ ربنا افتح بیننا و بین قومنا بالحق و انت خیر الفاتحین۔ آمین ثم آمین جیسا کہ شرائط منظور کردہ سرکار والا جاہ میں طے ہو چکا ہے سب سے اول مسئلہ وفات مسیح علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام پر میں قرآن کریم سے استشہاد کرتا ہوں۔ اگرچہ کسی شخص کی وفات خواہ وہ عوام سے ہو یا خواص میں سے ولی ہو یا نبی یا انبیاے گذشتہ سے ایک ایسا امر ہے کہ کسی دانشمند کو اسکے ماننے سے انکار نہیں ہو سکتا لیکن جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اسلام اور قرآن مجید پر ایک وقت ایسا آجائے گا کہ رسم اور اسکے سوا کچھ باقی نہ رہیگا اس پیشگوئی کے موافق جہاں اسلام اور مسلمانوں کی حالت بگڑ گئی وہاں وفات مسیح جیسے مسئلہ پر بھی بحث کی ضرورت پیش آئی۔ آہ! پھر انہیں مصائب اسلام میں سے یہ بھی ہے کہ قرآن کریم پر تدبر اور تفکر چھوڑ کر جس کے لئے بار بار قرآن مجید میں تاکیدشدید آئی ہے مسلمانوں اور پھر ان لوگوں نے جو قرآن مجید کے سمجھنے کا دعویٰ کرتے ہیں قرآن المجید سے تمسک کرنے میں یہ غلطی کھائی کہ بجائیکہ قرآن مجید خود قول فصل اور کتاب مبین اور نور اور حق اور میزان اور مہیمن ہے اور اس کے کامل ہونے کی یہ زبردست دلیل ہے کہ وہ اپنے دعاوی اور دلائل میں کسی

دوسرے کا محتاج نہیں بلکہ فیہا کتب قیمہ اس میں سب مسائل و دلائل موجود
ہیں۔ لیکن قرآن مجید کو چھوڑ کر دوسرونکے کلام کو بعض اوقات مقدم کرلیا جاتا ہے
جس کو دیکھکر درد دل سے کہنا پڑتا ہے یارب ان قومی اتخذ واھذا القرآن
مھجورا میرا ایمان چونکہ یہی ہے اس لئے میں قرآن کریم کو مقدم کرونگا جیسا کہ
ترتیب ادلہ شرعیہ کی نسبت تمام کتب اصول فقہ میں لکھا ہوا ہے اور ایسے لوگونکو
جو اس کے خلاف کرتے ہیں قرآن مجید کی یہ آیت سناتا ہوں واذا تتلی علیہم
ایاتنا بینات قال الذین لا یرجون لقاءنا ائت بقرآن غیر ھذا او بدلہ
قل ما یکون لی ان ابدلہ من تلقای نفسی ان اتبع الا ما یوحی الی انی
اخاف ان عصیت ربی عذاب یوم عظیم جس کا حاصل مفہوم یہہ ہے کہ
جب قرآن مجید کی آیات ان لوگوں پر جو خشیت اللہ نہیں رکھتے پڑھی جاتی ہیں
تو وہ یہہ کہہ دیتے ہیں کہ ان آیات کو تبدیل کردیں اس کا جواب ارشاد
الٰہی کے ماتحت آنحضرت صلعم یہہ دیتے ہیں کہ میں اپنی طرف سے تبدیل نہیں کرونگا
میں تو وحی الٰہی کی ہی اتباع کرتا ہوں اور اگر میں ایسا نکروں تو عذاب الٰہی کا خطرہ ہے
اب جبکہ وہ قدسی نفس انسان جو ما ینطق عن الھوی کا مصداق صحیح ہے قرآن مجید
میں کسی قسم کی تبدیلی کی جرأت نہیں کرسکتا اور انی اخاف ان عصیت ربی عذاب
یوم عظیم کہتا ہو تو مجھے اور کسی اور کو کیا حق حاصل ہے کہ قرآن مجید کو چھوڑ کر غیر کے
کلام کو اپنے لئے مخالف قرآن ہادی و رہنما قرار دے اور کسی امر متنازعہ میں کسی
شخص کے کلام کو قول فیصل اعتقاد کرے بحالیکہ قرآن مجید فرماتا ہے فان تنازعتم
فی شیء فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تومنون باللہ والیوم الآخر
ذالک خیر و احسن تاویلا پس ہمارے تنازعات کا فیصلہ اور کچھ بھی
تنازعات کا فیصلہ قرآن کریم ہی کے ماتحت ہونا چاہیئے جیسا کہ اس
آیت میں بالصراحت موجود ہے ہاں قرآن کریم کے فیصلہ کی تائیدات میں احادیث
صحیحہ اور کتاب اللہ کو ہی پیش کرینگے اب اس اصل کے بیان کے بعد

واضح ہو کہ علاوہ دیگر انبیا کے حضرت مسیح علیہ السلام کی وفات کے مسئلہ کو
قرآنمجید نے خصوصیت سے بیان کیا ہے اس لئے کہ اللہ تعالےٰ کے علم
میں مسیح کی ابنیت اور الوہیت کا خطرناک فتنہ ہونے والا تھا چنانچہ جبکہ
یہودیوں نے حضرت مسیح علیہ السلام پر مختلف قسم کے الزامات لگائے اور
اون کی صداقت کو مشتبہ کرنا چاہا جس کا ذکر وضاحت سے قرآن مجید میں ہے
اور منجملہ اون الزامات کے ان کی وفات اور موت کو بھی خطرناک طرز پر مشکوک
کیا تو اللہ تعالےٰ نے انہیں بشارت دی جس کا ذکر اس آیت میں نیچے لکھا ہے
اذ قال اللہ یا عیسیٰ انی متوفیک ورافعک الی ومطھرک من الذین
کفروا وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی
یوم القیامہ یعنی اس حالت میں جبکہ یہودی بزعم خود اپنے ہاتھ سے صلیب
پر قتل کر کے حضرت مسیح علیہ السلام کی وفات کو معاذ اللہ لعنتی موت قرار دینا
چاہتے تھے تو اللہ تعالےٰ نے فرمایا اے عیسی میں تم کو وفات طبعی دونگا
اور میں ہی تیرا رفع کروں گا اور میں ہی تجھے منکروں کے الزامات سے پاک کرونگا
اور میں ہی تیرے متبعین کو قیامت تک تیرے منکروں پر غلبہ دونگا۔ اس آیت میں اللہ
تعالےٰ نے حضرت مسیح علیہ السلام کو چار وعدوں کی بشارت دی ہے
اول وفات و توفی۔ دوم رفع۔ سوم تطہیر۔ چہارم غلبہ متبعین بر منکرین۔
یہہ چاروں وعدے ہیں اور جو ترتیب اللہ تعالےٰ نے اپنے پاک کلام میں
بیان فرمائی ہیں وہ ترتیب وضعی مطابق ترتیب طبعی کے ہے جو ابلغ اور
احسن نظام پر ہے اس میں کسی قسم کی تبدیلی بغیر کسی نص اور مصلحت کے
قرآن مجید کی ہتک اور سوء ادب ہے اور کوئی مسلمان قرآن مجید سے محبت
رکھنے والا لم یجعل لہ عوجا قرآن مجید کی شان ماننے والا تسلیم نہیں کر سکتا
کہ یہہ ترتیب صحیح نہیں اور اس میں کسی قسم کی تقدیم و تاخیر ہے ورنہ یحرفون
الکلم عن مواضعہ کے نیچے آنا پڑے گا۔ اس لئے ہم اس سے

اللہ تعالےٰ کی پناہ چاہتے ہیں کہ ایسی مبادرت کریں اس آیت میں ہمارے
اور ہمارے مخالفین کے درمیان کوئی امر بجز اسکے ما بہ النزاع نہیں کہ متوفیک
کی کیا حقیقت ہے یا دوسرے الفاظ میں یوں کہو کہ توفی کے کیا معنی ہیں
اس کے لئے قرآن مجید ہی سے اس کا فیصلہ کرتے ہیں اور اس کی تائید میں
احادیث صحیحہ اور لغت عرب کو پیش کرتے ہیں اس جگہ یہ بھی یاد رہے کہ قرآن مجید
میں توفی کی بحث پر ہم یہ اصل پاتے ہیں کہ جہاں اللہ تعالےٰ فاعل و
ذی روح مفعول بہ ہو جیسے توفاہ اللہ وہاں توفی کے معنی بجز قبض
روح اور موت کے کچھ نہیں آتے اس کی نظائر اور شواہد قرآن مجید
میں موجود ہیں ہمارا دعوے ہے کہ تمام قرآن مجید میں اوّل سے آخر تک
جہاں توفی مذکورہ بالا اصل کے ماتحت آیا ہے اس کے معنی قبض روح
اور موت ہی کے ہیں دوم تمام احادیث صحیحہ میں جہاں توفی کا لفظ اور
اس کے مشتقات آئے ہیں وہاں بھی اس کے معنی قبض روح اور موت
ہی کے ہیں سوم تمام لغت عرب میں بھی اس لفظ کے یہی معنی ہیں مگر اوسی
اصل مذکورہ کے ماتحت جو توفاہ اللہ کا مصداق ہے یہ دعوی کچھ
معمولی دعوی نہیں میں پر زور الفاظ میں بحمد اللہ تحدی کرتا ہوں کہ تمام قرآن مجید
اور تمام احادیث صحیحہ اور تمام لغت عرب میں جہاں اللہ تعالےٰ فاعل اور
مفعول بہ ذی روح ہو وہاں بجز قبض روح اور موت کے کوئی معنی نہیں
آتے ہیں ہرچند اس دعوے کے متعلق ہمارے محسن و مخدوم آقا حضرت مسیح
موعود قدس اللہ سرہ نے انعامی تحدی شائع کی تھی اور آجتک کہ ۱۷ سال
اوس پر گذرے کوئی جواب دہ نہیں ہوا آج میں پھر اس تحدی کی سرکار والا
کی شہادت میں تجدید کرتا ہوں کہ اگر کوئی معنی اور ماتحت اصل مذکور بجز قبض
روح اور موت کے کچھ اور ہوں یعنی آسمان پر اوٹھایا جانا ہو تو وہ پیش
کریں خواہ قرآن مجید سے یا احادیث صحیحہ سے یا لغت عرب سے قل ھاتوا

برھانکم ان کنتم صادقین جبکہ توفی کے معنی ماتحت اصل مذکورہ ثابت ہوچکے کہ بجز قبض روح اور موت کے نہیں ہوتے تو اس مقام پر متوفیک کے معنی میں بجھے وفات دونگا یا قبض روح کرونگا کرنے پڑینگے اور ہاں یہہ ظاہر امر ہے کہ قبض روح کی ایک صورت ناقصہ نیند میں بھی ہوتی ہے مگر اس آیت میں پچھلے تین وعدے ظاہر کرتے ہیں کہ یہہ قبض روح نیند کے متعلق نہیں بلکہ یہہ قبض روح وہی ہے جو حالت موت میں ہوتا ہے نہ وہ قبض روح جو نیند میں ہوتا ہی کیونکہ ظاہر ہے کہ بوقت ارادہ قتل بالصلیب کے جو یہود کا تھا وعدہ سلادینے کا کیا تسکین بخش تھا کیا سونے کی حالت میں قتل بالصلیب وہ نہیں کرسکتے تھے ہاں البتہ توفی یعنی موت طبعی قتل بالصلیب کے ضرور منافی ہے جس سے تسکین ہوسکتی ہے اور رفع الی اللہ کی بحث آگے آئی ہے توفی کے معنوں کے ایضاح کے بعد دیکھنا یہ ہے کہ آیا یہ وعدہ جو اللہ تعالےٰ نے مسیح علیہ السلام سے کیا تھا پورا ہوا یا ابھی تک امیدوار بودہ بداند کی موافق کسی آیندہ زمانہ تک وسیع پڑا ہے۔ اس کے متعلق کسی غیر کی شہادت بھی ہم پیش نہیں کرتے ہیں بلکہ خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اپنا اقرار سب سے بڑھکر شہادت ہے اور اس اقرار کا بیان کرنیوالا اللہ تعالےٰ ہے ومن اصدق من اللہ قیلا جو جبرئیل امین کے ذریعہ اور پھر راست بازوں کے سردار اور صادقوں کے امام حضرت سید المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ قرآن مجید میں اب تک محفوظ ہے ایسی زبردست شہادت کا کونسا قلب ہے جو انکار کرے اور وہ شہادت یہ ہے جو سورہ مائدہ کے آخر میں حضرت عیسےٰ ان الفاظ میں ادا کرتے ہیں ۔؎ وکنت علیھم شھیدا مادمت فیھم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم اس جگہہ حضرت مسیح ؑ اس مطالبہ کا جواب دیتے ہوئے اللہ تعالےٰ

کے حضور عرض کرتے ہیں جو أانت قلت للناس اتخذونی وامی الٰھین
الآیہ میں ہے کہ جب تو نے مجھے وفات دے دی یعنی موت طبعی تو پھر میری
امت کا نگران حال تو ہی تھا۔ اب مسیح علیہ السلام خود اپنی وفات کا اعتراف
کرتے ہیں اور آیت اول مذکورہ میں وعدہ الٰہی موجود ہے پس ایسی حالت میں
یہہ ناممکن ہے کہ اللہ تعالےٰ کی نسبت معاذ اللہ یہہ گمان کیا جاوے کہ اسنے
عین شدائد اور مصائب کی حالت میں حضرت مسیح علیہ السلام کو وعدہ وفات
اور موت طبعی کا تو دیا اور پھر وہ اب تک معلق چلا جاتا ہے اور پھر مسیح اس
وعدہ کے ایفاء کا اقرار بھی کرتے ہیں ایسی حالت میں نعوذ باللہ ایک طرف تو
اللہ تعالےٰ پر عدم ایفاء عہد اور دوسری طرف ایک صادق اور راستباز
نبی کو نعوذ باللہ دروغ گو قرار دینا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے تو وعدہ پورا نہیں
کیا اور وہ یوں کہتے ہیں کہ تو نے مجھے موت طبعی اور وفات دیدی
ونعوذ باللہ من ذالک البھتان العظیم ہم ایمان رکھتے ہیں کہ
اللہ تعالےٰ کا وعدہ سچا تھا اور وہ پورا ہوا اور حضرت مسیح علیہ السلام
کا اقرار صحیح اور درست ہے اور ایک منٹ کیا ایک لحظہ کے لئے بھی ہم
گوارا نہیں کرتے اور ہم کیا کوئی اور مسلمان بھی بشرط خشیت اللہ کے گوارا
نہیں کرسکتا کہ خداے تعالےٰ اور اوس کی راستباز نبی کو محض اپنی ہٹ کے
پورا کرنے کے لئے الزام کے نیچے لاوے تعالےٰ شانہ عن ذالک اس دلیل
مرکب مبین من الآیتین سے جو ابھی ہم نے پیش کی ہے یہہ صاف ثابت
ہو گیا کہ انی متوفیک آیت وعدہ میں متوفیک کے معنی ممیتک یعنی موت
ہی کے ہیں اور آیت فلما توفیتنی جو اس کی تائید میں پیش کی گئی ہے اس
کے ملانے سے ثابت ہو گیا کہ یہہ وعدہ وفات یعنی موت طبعی کا پورا ہو چکا
اب ہم پھر آیت اول کی طرف رجوع کرتے ہیں جو وفات مسیح کے متعلق پیش
کی گئی ہے ہمارے مخالفین اس امر میں تو ہمارے ساتھ متفق ہیں کہ اس

آیت وعدہ میں متوفیک کے بعد جو وعدے ہوئے ہیں وہ بوساطت حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پورے ہو چکے ہیں مگر انہیں خیال ہے کہ متوفیک کا وعدہ (باوجودیکہ حضرت مسیح ؑ کی اپنی شہادت بھی موجود ہے کہ پورا ہو چکا) ابھی تک معلق ہی چلا جاتا ہے۔ لیکن یہ امر تھوڑے سے غور کرنے سے سمجھ میں آسکتا ہے کہ پچھلے تینوں وعدے معہ پہلے وعدے کے ضرور ایک ترتیب طبعی اپنے اندر رکھتے ہیں اور ان کا پورا ہونا ایک دوسرے کے ساتھ خصوصیت سے وابستہ ہے وفات کے بعد رفع رفع کے بعد تطہیر اور تطہیر کے بعد غلبہ متبعین بر منکرین ماموریں الٰہی کے لئے ایک سنت اللہ ہے رفع اور تطہیر اور غلبہ کے وعدہ کی علت یہ ہے کہ یہودی چونکہ اولیا راستباز نبی یقین نہیں کرتے تھے اور سمجھتے تھے کہ وہ معاذاللہ جھوٹا نبی ہے جو صلیب پر لٹکایا گیا اور صلیب پر مرنے والا لعنتی ہوتا ہے اور لعنتی کا رفع نہیں ہوتا ایسا ہی باقی الزامات کے ذریعہ ان کے خیال میں مسیح ؑ کی تنجیس لازم ہوتی تھی مگر قرآن مجید نے ان الزامات سے آپ کو اور ساتھ ہی آپکی والدہ کو بھی پاک کیا اور اس طرح پر تطہیر کی کہ آپ کے متبعین کو بھی مقربین الٰہی گردانا پس آیت ہذا میں جو فوقیت متبعین کی مذکور ہے اوسی نوع کی فوقیت حضرت علیہ ؑ کی مانی جاوے گی نہ جسمانی فوقیت جو کچھ بھی وقعت نہیں رکھتی ہے۔ پس ایسی حالت میں ان وعدوں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح کو بشارت دی ہے کہ یہودی ان اغراض میں ناکام اور نامراد رہیں گے۔ پس اگر رفع اور تطہیر اور غلبہ متبعین ہو چکا ہے تو توفی پہلے ہو چکی ہے ورنہ آیت کی وہ قوت اور شوکت اور اس وعدہ کی عظمت اور ترتیب طبعی بالکل مٹ جاتی ہے۔ پس جہاں پچھلے تینوں وعدے پورے ہوئے وہاں توفی بھی پوری ہو چکی۔ اس آیت پر مزید بحث کی سردست حاجت نہیں کیونکہ توفی کے معنی موت ثابت ہو چکے اور پھر مسیح ؑ کی متعلق

وعدہ متوفیک بھی پورا ہو چکا۔ اور کسی راسخ فی العلم کے لئے ضرورت
نہیں کہ وہ ان سیدھے معنوں کو چھوڑ کر آیت کے الفاظ کی تقدیم و تاخیر
کی بحث میں پڑے اور کلام مجید کی تحریف کی مبادرت کرے تاہم صفائی
بحث کے لئے اس طریق پر بھی ہم اس مسئلہ کو صاف کرنا ضروری
سمجھتے ہیں۔ جو لوگ مبادرت کر کے ان الفاظ کی تقدیم تاخیر پیش کرتے ہیں
ان کی غرض صرف یہ ہے کہ وہ اس آیت کے الفاظ کو اپنے خیالی واقعات
کے مطابق کریں۔ سب سے اول اس تقدیم و تاخیر الفاظ آیت کے متعلق
یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اگر یہ الفاظ آیت کے واقعات کے مطابق نہیں تو
اللہ تعالےٰ کو نعوذ باللہ کیا مصیبت پڑی تھی کہ بغیر کسی حکمت اور مصلحت
کے ایسے مختلط الترتیب الفاظ نازل کئے جو اظہار مدعا میں قاصر ہیں نعوذ باللہ
یہ امر شان الٰہی اور تقدیس ربانی کے سراسر خلاف ہے اس عقیدہ
کے رکھنے والوں کو اس اضطرار کی کیفیت بالضرور دینی ہوگی جو اللہ تعالےٰ کے
لئے وہ تجویز کریں گے۔ ہم اس نقص کو اللہ تعالےٰ کی شان میں تسلیم تو کجا
خیال میں بھی نہیں لا سکتے۔ پھر آیت کے الفاظ کی تقدیم و تاخیر کو صرف
واقعات خیالی کے مطابق کرنے کے لئے کرنے کی کوشش کیوں کی جاتی ہے
پھر بتا کیا متوفیک کے لفظ کو اپنے محل سے اوٹھا کر آیت ہذا میں کسی
دوسرے مقام پر رکھنے سے یہ مطلب حاصل ہو سکتا ہے؟ آؤ! اسکی بھی
پرتال کریں۔ اوّل متوفیک کے لفظ کو رافعک کے بعد رکھ کر یوں
بیان کریں انی رافعک و متوفیک الایہ کیونکہ رافعک کا وعدہ تو
پورا ہو چکا اس لئے واقعات کے تطابق کے لئے اس کو پہلے رکھا گیا
مگر کیا متوفیک اس مقام پر مخالف کے مطلب کو کوئی فائدہ پہنچا سکتا ہے؟
کلا۔ کیونکہ معنی یہ ہوں گے کہ میں تیرا رفع کرنیوالا ہوں اور وفات دینے
والا ہوں۔ مگر ہم پوچھتے ہیں کہ کیا یہ امر واقعہ کے مطابق ہے کہ رفع کے بعد

متوفیت کا وعدہ پورا ہوا؟ اب سنئے کہ رفع مخالف کے خیال میں تو
یہہ ہے کہ مسیح ء کا رفع معہ جسم عنصری آسمان پر ہوا تو پھر اس رفع کے بعد
متوفیت کا وعدہ پورا ہونا چاہیئے اس صورت میں یہہ ماننا پڑے گا کہ مسیح ء
کی وفات آسمان پر ہوئی جو قرآن مجید کے نص صریح کے خلاف ہے قرآنمجید
میں اللہ تعالے بطور حصر کے فرماتا ہے فیھا تحیون و فیھا تموتون و
منھا تخرجون یعنی تم زمین ہی پر ایام زندگی بسر کروگے اور اوسی میں
تمہاری وفات ہوگی اور اسی زمین سے تمہاری بعثت حشر میں ہوگی - اب
مخالف کو اس تقدیم و تاخیر سے عذر گناہ بد تر از گناہ کا مصداق ہونا پڑا -
پہلی ہی غلطی کم نہ تھی کہ قرآن مجید کی ترتیب کو تبدیل کیا لیکن اس سے نص
صریح کا انحراف کیا - اس لئے آسمان پر ان کی وفات کا قایل ہونا مخالف
کے لئے پہلے سے زیادہ جانستاں اور موت احمر ہے اور اس سے جسقدر
نقص واقع ہوسکتے ہیں وہ ظاہر ہیں - علاوہ بریں متوفیت کو رافعک
کے بعد تو اس لئے رکھا تھا کہ الفاظ واقعات کے ماتحت ہوجاویں مگر
یہہ مصیبت تو مخالف کو ابھی تک لازم حال ہے کیونکہ اوس کے خیال میں
متوفیک تو ابھی ہوا نہیں اور تطہیر ہوچکی - اس لئے پھر متوفیک
کے لفظ کو یہاں سے اوٹھانا پڑے گا ورنہ وہی مصیبت موجود ہے
اس لئے اب وہ متوفیک کے لفظ کو مطھرک کے بعد جاعل الذین
اتبعوک فوق الذین کفروا سے پہلے رکھیں گے اس سے آیت کی
جو صورت نعوذ باللہ مسخ ہوتی ہے اور کلام الہی کی جو بے حرمتی ہوتی ہے اگر اس پر
بھی کسی کی نظر نہ پڑے اور ہم اس سے اعراض بھی کرلیں تو کیا اس سے
مطلب برآری ہوسکتی ہے؟ قطعاً نہیں کیونکہ متوفیت تو ابھی ہوا بھی
نہیں اور غلبہ ہوچکا - اس لئے ایک ہی راہ باقی رہ جاتی ہے کہ متوفیت
کو سب سے پیچھے رکھیں اور خدائے تعالےٰ کی مجید کتاب کی ایک جلیل القدر

آیت کی نعوذ باللہ اصلاح کریں اس صورت میں آیت یوں ہوگی یا عیسےٰ
انی رافعك ومطهرك من الذین كفروا وجاعل الذین
اتبعوك فوق الذین كفروا الی یوم القیامه ثم منزلك
الی الارض ومتوفیك اس آیت کی صورت جو مسخ ہوکر بنتی ہے ونعوذ باللہ
اس پر ہم معزز اور جلیل القدر سامعین کو متوجہ کرتے ہیں کہ وہ اللہ تعالےٰ کے
خوف سے کلام الٰہی کی عظمت اور شان کا لحاظ کرکے خدا کے لئے غور کریں
کہ مسیح کی وفات کسوقت ہوئی ہے انکا وہ نزول خیالی اور وفات کس
کام آیگا یہہ وہی سوچیں جو ایسا اعتقاد رکھتے ہیں کیونکہ اندریں صورت مسیحؑ
کی وفات قیامت کے بعد ہوگی جبکہ کل دنیا مرچکے گی وهذا شیء عجیب
اب ایک اور صورت بھی باقی ہے کہ الی یوم القیامة سے پہلے رکھکر
یوں کہیں کہ جاعل الذین اتبعوك فوق الذین كفروا ومتوفیك
الی یوم القیامة اس حالت میں حضرت مسیحؑ کی حالت بہت ہی قابل
رحم ہو جاتی ہے کہ وہ بیچارے قیامت تک مرتے ہی رہیں گے خدا جانے
کتنی موتیں ان پر آئیں گی۔ اب اس قدر مفاسد (جو اعجاز قرآن مجید کے خلاف ہیں)
اس ترتیب کو تبدیل کرنے سے لازم آئیں گے اور یہہ ہم آپ ہی کے انصاف
اور دیانت پر چھوڑتے ہیں کہ کیا یہہ آسان نہیں ہے کہ آیت کی ترتیب طبعی پر ایمان
لائیں یا اس میں تحریف و تبدیل کرکے اسقدر مفاسد کے الزام کے نیچے
آئیں؟ الغرض اس تحریف سے وضع الشئے فی غیر محلہ بھی ہوا اور
مطلب برآری بھی نہوئی۔ یعنی آیت کے الفاظ مطابق واقعات خیالی کے
نہوئے۔ جو مخالف مطابق کرنا چاہتا تھا۔ اسقدر بیان سے یہہ امر بالکل صاف
ہوگیا کہ آیت متوفیك کی ترتیب وضعی مطابق ترتیب طبعی کے ہے
اور مراد ہماری ترتیب طبعی سے ترتیب منطقی نہیں بلکہ وہ ترتیب ہے
جسکی نسبت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا فابدأوا بما بدأ اللہ به

ولا مشاحة فی الاصطلاح اور ماموریں کے لیئے بھی سنت اللہ ہے کہ اول توفی اور پھر رفع اور تطہیر اور غلبہ متبعین کا اور واقعات کے بھی مطابق ہے کہ اسی طرح پر وقوعہ ہوا جس طرح آیت میں مذکور ہے یعنی مسیحؑ کی اول وفات ہوئی پھر رفع اور تطہیر اور غلبہ وغیرہ وعدے اپنے وقت پر اور اپنے رنگ میں پورے ہوئے اس لئے ہم ان لوگوں کو جو تقدیم و تاخیر کے بکھیڑے میں پڑتے ہیں یہ مشورہ دیتے ہیں کہ قرآن مجید کی ترتیب پر ظلم کرنے کی کوئی حاجت نہیں اس سے ولم یجعل له عوجا جو قرآن مجید کے متعلق آیا ہے اور ہیں عوج بھی ماننا پڑے گا اور نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے خلاف ورزی ہوگی جو آپ نے ان الصفا والمروة من شعائر اللہ کی نسبت فرمایا ہے کہ فابدؤا بما بدء اللہ به یعنی جس طرح پر اللہ تعالے نے شروع فرمایا ہے اسی طرح شروع کرنا چاہیئے۔ بہر حال یہ آیت ہر رنگ میں اور ہر پہلو سے مسیحؑ کی وفات ثابت کرتی ہے اگرچہ ایک سلیم الفطرت اور خدا ترس دل کے لئے اسقدر بھی کافی ہو سکتا ہے لیکن جبکہ اللہ تعالے نے اس مسئلہ پر بہت کھول کر بحث کی ہے اس لئے ہم اس پر ابھی کچھ اور لکھتے ہیں۔ ہم نے بیان کیا ہے کہ انی متوفیك کی آیت میں وعدہ تھا اور اس وعدہ کا ایفاء آیت فلما توفیتنی میں ہوا ہے واذ قال اللہ یعیسی ابن مریم ءانت قلت للناس اتخذونی وامی الٰھین من دون اللہ قال سبحٰنك ما یکون لی ان اقول ما لیس لی بحق ان کنت قلته فقد علمته تعلم ما فی نفسی ولا اعلم ما فی نفسك انك انت علام الغیوب ما قلت لھم الا ما امرتنی به ان اعبدوا اللہ ربی وربکم وکنت علیھم شھیدا ما دمت فیھم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم وانت علی کل شئ

شاھیں یہ آیت حضرت مسیح کی وفات پر بجائے خود ایک مستقل دلیل ہے قبل اس کے کہ اس دلیل کی توضیح کی جاوے اس کا ترجمہ حاصل بالمعنی کے طور پر بتایا جاتا ہے یعنی اور جبکہ اللہ تعالےٰ نے عیسیٰ ابن مریم کو کہا کہ اے عیسےٰ کیا تم نے لوگوں کو کہا تھا کہ وہ مجھے اور تیری ماں کو اللہ تعالےٰ کے سوا خدا بنالیں حضرت عیسےٰ نے جواب دیا تیری شان پاک ہے کہ آپ کا کوئی شریک ہو۔ میری کیا طاقت اور بساط تھی کہ میں ایسی بات منہ سے نکالتا جس کا مجھے کوئی حق نہ تھا اگر میں ایسے کہتا تو بے شک تو جانتا تو تو میرے دل کے حالات سے واقف ہے میں نہیں جانتا کہ تیرے نفس میں کیا ہے ؟ تو ہی ہے جو کہ علام الغیوب ہے میں نے تو ان کو اور کچھ بھی نہیں کہا بجز اس کے جو حضور نے فرمایا اور وہ یہہ کہ اللہ تعالےٰ ہی کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا رب ہے اور اصل بات تو یہہ ہے کہ میں تو جب تک ان میں زندہ رہا ان کا نگران تھا جب آپ نے مجھے وفات دیدیا تو پھر حضور ہی ان کے نگران تھے انتھے حاصل الترجمہ یہہ ترجمہ بطور حاصل بالمعنی کے ہم نے بیان کیا ہے اب یہہ آیت کس طرح پر مسیح کی وفات کو ثابت کرتی ہے نہایت صفائی سے سمجھ میں آسکتی ہے فلما توفیتنی جیساکہ پہلے بیان کیا گیا ہے مسیح علیہ السلام کا اپنا ذاتی بیان ہے اور وہ بھی رب العالمین کے حضور جہاں کسی انسان کو بھی خلاف واقعہ کہنے کا موقعہ اور جرأت نہیں ہوسکتی چہ جائیکہ ایک ماموریمن اللہ مرسل یزدانی کو ہو۔ توفی کی بحث کامل طور پر ہوچکی ہے اس لئے اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں غور طلب امر یہہ ہے کہ یہہ مطالبہ جس کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ہونا اس آیت میں بیان ہوا ہے کب ہوا ؟ اس کی دو صورتیں ھیں اوّل تو اس کے لئے اذ اور قال کے دو لفظوں پر غور کرنا کافی ہے یہہ تو ظاہر بات ہے کہ یہہ وحی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوئی ہے اسلئے

اس وقت سے پہلے یہہ مطالبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ہو چکا اس کی تائید کے لئے ہم ایک ایسی زبردست شہادت پیش کریں گے جس کا انکار کوئی مسلمان نہیں کر سکے گا۔ اور ہمارا یہہ دعویٰ دعویٰ ہی نہیں ابھی معلوم ہو جائیگا کہ ہمارے دعوے کی تائید اور تصدیق میں کیسا اصدق الصادقین گواہ پیش ہوتا ہے۔ ہاں تو بات یہہ ہے کہ یہہ مطالبہ حضرت مسیحؑ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے پہلے ہو چکا اور اس مطالبہ کے جواب میں حضرت مسیح علیہ السلام اعتراف کرتے ہیں کہ جب تک میں زندہ رہا اور اپنی قوم میں رہا اوس وقت تک اس قوم میں مجھے اور میری ماں کو خدا بنانے کی بلا نازل نہیں ہوئی اور یہہ میری تعلیم بھی نہیں یہہ فتنہ میری وفات کے بعد ہوا ہے اور یہہ ظاہر امر ہے۔ کیونکہ اگر مسیحؑ ابھی تک زندہ ہی ہیں تو مسیح علیہ السلام کی قوم میں یہ گمراہی بھی نہیں پھیلی ہوگی اور یہہ امر واقعات کے خلاف ہے کیونکہ تثلیث پھیل چکی ہے اور مسیحؑ اور اس کی ماں کو خدا بنایا گیا تو پھر کیونکر کہا جاوے کہ مسیحؑ کی وفات نہیں ہوئی۔ ورنہ وہی تکذیب قرآن مجید کی اور معاذ اللہ حضرت مسیحؑ پر جھوٹ بولنے کا الزام عائد ہوگا کہ حضرت رب العالمین میں اپنی بریت ایسے طور پر کر رہے ہیں کہ جو بالکل غلط ہے خصوصاً ایسے وقت میں کہ ھذا یوم ینفع الصادقین صدقھم اوس کی نسبت فرمایا گیا پس ہم کیوں ایسی غلطی کا ارتکاب کریں جس سے قرآن مجید کی اور حضرت مسیح علیہ السلام کی شان پاک پر نعوذ باللہ الزام دینا پڑے۔ اور واقعات نفس الامری کے بھی خلاف ہو۔ پس اس سے صاف ثابت ہے کہ مسیح علیہ السلام سے یہہ مطالبہ پہلے ہی ہو چکا ہے۔ اور ان کا جواب بھی بالکل سچا ہے۔ العجب جبکہ حضرت مسیح علیہ السلام نازل ہو کر سورہ مائدہ کی آخر کی ان آیات کو کسی معلم سے پڑھیں گے تو بالضرور یہہ اعتراض کریں گے کہ میاں جی صاحب یہہ واقعہ تو بالکل غلط ہے میری تو وفات ہی ابھی نہیں ہوئی

پھر ایسا مضمون خلاف تمہارے قرآن مجید میں کیوں لکھا گیا ہے تو میں حیران ہوں کہ میانجی صاحب اس کا جواب اپنے شاگرد کو کیا دیویں گے بینوا توجروا اب ہم اس گواہ کو آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں جس کا ذکر ہم نے اوپر کیا ہے یہہ وہ گواہ ہے جس کی عزت اور جلال جس کی شوکت اور اقبال کے سامنے دنیا کی ساری عزتیں اور قوتیں ہیچ ہیں اور جس کے نام لینے پر بڑے بڑے جلیل القدر سلاطین تخت سلطنت سے اُتر پڑتے ہیں وہ کون اصدق الصادقین وخاتم النبیئین حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی پاک اور بہ صداقت شہادت سے ثابت کر دیا ہے کہ یہہ واقعہ آپ سے پہلے ہو چکا کیونکہ آپ نے اپنی امت کے بعض مفاسد کا ذکر سنکر فرمایا ہے فاقول کما قال العبد الصالح فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم یعنی میں بھی اسی طرح پر کہونگا جس طرح پر حضرت عیسی ابن مریم نے کہا تھا کہ جب تو نے مجھے وفات دیدی تو تو ہی ان کا نگران حال تھا اب اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ یہہ واقعہ حضرت سے پہلے ہو چکا کیونکہ آنحضرت اسکو بطور نظیر کے پیش کرتے ہیں۔ اگر یہہ واقعہ ابھی ہوا ہی نہ تھا تو اس کے پیش کرنے کی کیا حاجت تھی؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے جلیل الشان اور کامل انسان ایسی بات نہیں فرما سکتے جس کی کوئی اصلیت نہو۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے الفاظ میں غور کرنے سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضور اپنے واقعہ کو اقول کے لفظ سے ادا کرتے ہیں اور مسیح کے واقعہ کو قال کے لفظ سے۔ اگر یہہ دونوں واقعات کسی ایک ہی وقت ہونے والے تھے تو چاہیئے تھا کہ حضرت مسیح کے واقعہ کو بھی اقول کے لفظ سے ادا کیا جاتا اس ترتیب پر آپ خدا کے لئے غور کریں کہ یہہ کیسی صاف بات ہے کیا ایسے زبردست

گواہ کے بعد بھی کسی اور شہادت کی ضرورت ہے فماذا بعد الحق الا
الضلال حضرت مسیح علیہ السلام اپنی وفات کا اعتراف کرتے ہیں اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی شہادت دیتے ہیں فاین تذہبون ابھی
تک جو کچھ ہم نے اس آیت کے متعلق بیان کیا ہے وہ اس پہلو کو مدنظر رکھکر
کہا ہے کہ یہہ حضرت مسیح علیہ السلام کی زندگی کے بعد کے واقعات کے
متعلق ہے مگر اس کا ایک اور پہلو بھی ہے جو ہمارا مخالف پیش کرسکتا ہے
کہ یہہ مطالبہ حضرت مسیح علیہ السلام سے قیامت کے دن ہوگا اور یہہ نہیں
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے کسی وقت ہوچکا اگرچہ قرآن مجید
کے الفاظ کامل طور پر اس کی تائید نہ کرتے ہوں لیکن ہم اس بات کو بھی
مان لینے کے لئے تیار ہیں کہ یہہ مطالبہ اور اس کا جواب قیامت ہی کو
ہوگا اس صورت میں بھی آیت مذکورہ کے الفاظ کی تنقید پر ہم ایک اور
نظر کرتے ہیں حضرت مسیح علیہ السلام سے جو مطالبہ کیا گیا ہے یہہ تو ہمارے
مخالف بھی نہیں مان سکتے کہ نعوذ باللہ اللہ تعالےٰ نے ایسے رنگ میں کیا
ہے کہ اس کو علم ہی نہیں تھا وہ تو علام الغیوب ہے خود حضرت مسیحؑ
اور ہم سب اقرار کرتے ہیں اس لئے یہہ یقینی امر ہے کہ یہہ مطالبہ اور
سوال اور اصلاح اور توبیخ کے لئے ہے تاکہ وہ حضرت مسیحؑ کے
اس مطالبہ کے خیال سے لرزاں ہوکر ڈر جاویں مگر غور طلب یہہ امر ہے
کہ نصاریٰ کی ہدایت اور تنبیہ کے لئے قیامت کا ایک واقعہ پیش کردینا
مفید ہوسکتا ہے یا دنیا کا جو مادمت فیہم وغیرہ میں مذکور ہے اسکے لئے مخالف کو بھی ماننا پڑیگا کہ
دنیا کے واقعات اقرب ہوتے ہیں اب جس قوم پر اتمام حجت مقصود
ہے یعنی نصاریٰ وہ حضرت مسیحؑ کے ما دمت فیہم کے
اس زمانہ سے واقف ہیں جو ان کی پہلی آمد کا زمانہ ہے کیونکہ دوسری
آمد عیسائیوں کے اعتقاد میں جلالی آمد ہے اور وہ قیامت کے رنگ

رنگ میں ہوگی پس اس زمانہ سے تو وہ واقف اور اس کے معترف ہی
نہیں پھر وہ اس سے فائدہ قیامت میں کیا اوٹھاویں گے وہ وقت تو
منکرین کو سزائیں دینے کا ہوگا اور ان کے اعتقاد میں تو یہہ ساری تعلیم
اون کے ہی نعوذ باللہ دنی ہوئی ہے پھر قرآن مجید کا یہہ واقعہ ان پر اتمام
حجت کیسے کرسکتا ہے اس لئے یقین کرنا پڑتا ہے کہ یہہ اون کی آمد
اول اور پھر وفات کے بعد کے واقعہ کا مطالبہ ہے پھر اس سوال کے
اس پہلو پر ایک اور رنگ سے بھی ہم غور کرتے ہیں وہ یہہ کہ قیامت کو
یہہ واقعہ ہوا اور حضرت مسیح ع یہہ جواب دیں تو ہمارے اور ہمارے مخالفین
کے اعتقاد کے موافق قیامت کا واقعہ مسیح کے آمد ثانی کے بعد ہوگا
اور مخالفین کے مسلمات کے مطابق اس زمانہ میں حضرت مسیح ع دجال
اور کفار کے قتل میں پورے کامیاب ہونگے اور زمین پر کوئی کافر
نہیں رہنے دے گا کافر تو کافر زمین پر سور اور گرجوں میں صلیب بھی
نہیں رہے گی اور شاید یہہ کام اونہیں اس لئے کرنا پڑے کہ نہ خنزیر
کھانیوالے ہوں نہ خنزیر رہے نہ صلیب پرست ہوں نہ صلیب رہے
پھر جبکہ ان کی آمد ثانی کے واقعات کی تاریخ خون سے لکھی ہوئی ہے
بقول ہمارے مخالفین کے اور یہہ سب کچھہ جوش اشاعت توحید ہی میں
ہوگا تو پھر خدا کے لئے آپ ہی بتائیں کہ ایک شخص دنیا سے کفر و باطل
کو مٹا کر جاتا ہے اور اس کے بعد قیامت کا واقعہ ہے پھر اس قیامت
ہی میں ایک مطالبہ کے جواب میں وہ کہہ سکتا ہے کہ میرے بعد یہہ
شرک و ضلالت جو تثلیث کے رنگ میں ہے پھیلی ہے کبھی نہیں کہہ سکتا
اس کا جواب تو اس وقت یہہ ہونا چاہیئے کہ بندگان عالی مجھہ سے مطالبہ
کیسا نصاری میرے آسمان پر اٹھ آنے کے بعد بیشک بگڑے تھے اور
حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تبلیغ کی انذار کیا اور جہاد کیا

مگر انہوں نے نہ مانا اور یہہ شرک میں بڑھتے ہی گئے اور اس فتنہ کو انہوں
نے بڑی ترقی دی آخر جب کسی سے کچھہ نہوا تو میں آسمان سے منارہ دمشق
پر سے اُترا اور منار پر سے سیڑھی لگاکر زمین پر فرشتوں کے کندھے پر میرے
ہاتھہ تھے میں نے دنیا میں جاتے ہی اس شرک کو اور باطل سے دنیا
کو پاک کر دیا یہاں تک کہ اون کی مرغوب غذا خنزیر کو اور محبوب شئے
صلیب کا بھی نام و نشان مٹا دیا اب مجھسے یہہ مطالبہ کیوں کیا جاتا ہے
یہہ وقت تو میرے انعام اور اعزاز کا ہے البتہ اس مطالبہ کے سزاوار
تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہیں اور میری نسبت تو خود آپ کے
کلام مجید میں یوں فرمایا گیا ہے کہ وان من اھل الکتاب الا لیؤمنن
بہ قبل موتہ الایہ لیکن حضرت مسیح ع کا جو جواب ہے وہ قرآن مجید
میں موجود ہے پس کیسی صاف بات ہے کہ اگر یہہ واقعہ قیامت ہی کا
ہو تو وہ ہمارے مخالفین کو کچھہ مفید نہیں ہو سکتا کیونکہ یہہ زمانہ آمد ثانی کے
بعد کے کسی واقعہ کے متعلق ہوگا کیونکہ آمد ثانی میں تو حسب زعم ہمارے
مخالفین کے بڑے بڑے کارنمایاں حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم
سے بھی بڑھکر مسیح ع نے کئے تھے لہذا آمد اول کے بعد کے واقعات
کے مطالبات سے وابستہ ہے لیکن پھر ہمان اشش در کاسہ موجود ہے
کہ اندریں صورت بھی توفی ہو چکی اس لئے کہ آیت کا مفہوم یہی ہے
کہ اتخاذ الہ توفی کے بعد ہوا ہے جو ہمارے ہی مطلب کے لئے
موید اور مصدق ہے ہاں اس سے یہہ خطرناک نقص ضرور لازم آتا ہے
کہ اس سے نعوذ باللہ ہمارے سید و مولے امام المتقین رسول رب العالمین
صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ہتک لازم آتی ہے کہ آپ سے ایک
بگڑی ہوئی قوم کی اصلاح نہ ہوئی حالانکہ آپ کی آمد تو اس وقت ہوئی
جب کل عالم میں مفاسد پیدا ہو چکے تھے اور آپ کو وہ قوت قدسی

اور قابلیت دی گئی تھی کہ کسی اور کو کبھی نہیں دی گئی۔ یہی ایک پاک انسان
تھا جس کی صفت میں آیا ہے یزکیھم جس کے ملکات قدسیہ
میں تزکیہ کرنے کی قوت کامل رکھی گئی تھی اور اسی وجہ سے آپ مزکّی تھے
پھر وہ انسان جو خود انجیل میں اعتراف کرتا ہے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کی جوتے کا تسمہ کھولنے کے بھی قابل نہیں اس کو یہہ وقعت دی جاوے
کہ جملہ اہل کتاب کے کفر و شرک کا ابطال اسی سے ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم نہ کر سکیں انا للہ وانا الیہ راجعون مگر نہیں ہمارا اعتقاد ہے
اور سچ یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قوت قدسی کا وہ کمال
ہے کہ آپ کے فیض تربیت روحانی سے قیامت تک ایسے لوگ ہوتے
رہیں گے جو اصلاح دنیا کا کام کرتے رہیں اور اسلام اور قرآن کریم کی حفاظت
کریں بہر حال یہہ آیت جس پہلو سے دیکھو ہمارے ہی مفید اور مویدہے اور
ہمارے مخالفین جس رنگ میں اسے پیش کرینگے اس سے ان کا مدعا ثابت تو
نہیں ہوتا البتہ اس سے یہہ ایک خطرناک نقصان ہوتا ہے کہ قرآن کریم اور
آنحضرت صلی اللہ علیہ آلہ وسلم اور نعوذ باللہ اللہ تعالےٰ کی پاک ذات پر بھی
الزام عائد ہوتا ہے پھر ہم مسلمان ہو کر کیوں وہ راہ اختیار نہ کریں جو قرآن کریم اور
نبی کریم کی عزت و عظمت کا اظہار کر رہا ہو اور وہ یہی ہے جو ہم نے پیش کی ہے
بالآخر قبل اس کے کہ اس دلیل کے بیان کو ختم کریں ایک بار پھر ہم یہہ کہنا
چاہتے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے اس بیان کی تائید اور تصدیق میں آنحضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبردست شہادت ہے جو ہم اوپر بیان کر چکے ہیں اس کے
ساتھ ہی خود حضرت مسیح ؑ کے گھر کی بھی شہادت ہے چنانچہ حوارئین کہتے ہیں
قال الحواریون نحن انصار اللہ اٰمنا باللہ واشھد بانا مسلمون
اس آیت میں حوارئین اپنے مومن باللہ اور مسلمان ہونے پر مسیحؑ کو گواہ
کرتے ہیں اور آیت فلما توفیتنی میں مسیح علیہ السلام اپنی بریت میں بھی

کہتے ہیں کہ میں نے اون کو یہی تعلیم دی تھی کہ ایک اکیلے خدا کی عبادت کرو
جو میرا اور تمہارا رب ہے اب حواری بحالت حیات عیسے ع اپنے مومن
اور مسلمان ہونے کا اعتراف کرتے ہیں اور مسیح علیہ السلام بجائے خود اپنی
بریت میں عرض کرتے ہیں کہ میری موجودگی میں ان میں شرک نہیں پھیلا پھر
ایسی شہادتوں کے ہوتے ہوئے یہہ امر کیسی صفائی سے ثابت ہو جاتا
ہے کہ بعد وفات کے ہی بگڑ گئے ۔ اس مقام پر اس نکتہ کو بھی نہیں بھولنا
چاہیئے کہ مسیح علیہ السلام اپنی بریت کے جواب میں کہتے کہتے حرف فا
کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ فلما توفیتنی اہل علم اس امر سے واقف ہیں
کہ فا ترتیب مع التعقیب کے لئے آتی ہے اس لئے جبکہ یہہ قوم
بحالت موجودہ اب تک بگڑی ہوئی اور تثلیث میں مبتلا ہے پس یہہ واقعہ
وفات مسیح ع کے بعد ہوا ہے جیسا کہ قرآن مجید سے ثابت ہے تو پھر اس واقعہ
صحیحہ کے مقابلہ میں نرے خیالات اور ظنون کیا کام دے سکتے ہیں یہہ
بدیہی بات ہے کہ قوم کا بگڑنا بعد وفات سے وابستہ ہے اور ہم دیکھتے
ہیں کہ تثلیث کے عقائد کی اشاعت ہو گئی ہے جو اب تک موجود ہے پھر کوئی
کیونکر مان سکے کہ ابھی وہ زندہ ہی ہیں **چوتھی دلیل** وفات مسیح ع کے
دلائل کے سلسلہ میں ہم ایک اور دلیل پیش کرتے ہیں جو چوتھی دلیل ہے
اللہ تعالے فرماتا ہے واذ قال عیسے ابن مریم یا بنی اسرائیل
انی رسول اللہ الیکم مصدقا لما بین یدی من التوراۃ
ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد فلما جاءھم
بالبینات قالوا ھذا سحر مبین یعنی جبکہ عیسی ابن مریم نے بنی اسرائیل
کو خطاب کرکے کہا کہ اے اسرائیل کے بیٹو سنو میں تمہاری ہی طرف
اللہ تعالے کی طرف سے رسول ہو کر آیا ہوں میرے آنے سے وہ پیشگوئیاں
پوری ہو گئی ہیں جو تمہارے سامنے ہیں اور میں بھی ان پیشگوئیوں کی تصدیق

کرتا ہوں جو حضرت خاتم النبیین کے متعلق تورات میں ہیں اور میں خود بھی بشارت
دینے والا ہوں کہ بعد میرے ایک عظیم الشان رسول آنے والا ہے جس کا نام احمدؐ
ہوگا اور وہ میرے بعد میں آئے گا مگر جب وہ احمدؐ نبی آگیا باوجودیکہ اوس کے
ساتھ بڑے بڑے نشانات اور دلائل تھے مگر بنی اسرائیل نے کہدیا کہ باتیں
تو دلربا ہیں مگر قوم سے الگ کرا دیتی ہیں اس آیت میں حضرت مسیح علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو
جنکی طرف وہ مامور ہو کر آئے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشارت مندرجہ
تورات کی طرح متوجہ کرکے خود بھی بشارت دی ہے کہ ایک عظیم الشان
نبی میرے بعد آنے والا ہے اور وہ نبی احمدؐ نبی ہے اس پیشگوئی میں جو آنحضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق ہے مسیح نے اپنے تئیں تو صرف بنی اسرائیل
کی طرف رسول ہونا بیان کیا ہے لاغیر علاوہ اس کے حضرت مسیحؑ
کا ایک اور لفظ بھی قابل غور ہے اور وہ یہہ ہے مبشرا برسول یاتی
من بعدی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد اور بعثت کو حضرت
مسیحؑ نے اپنے بعد کیساتھ وابستہ کیا ہے بعد سے کیا مراد ہے؟
یہی امر ہے جس پر ہم کو مزید غور کرنا ہے ہمارا دعوی ہے کہ بعد سے مراد
مسیح علیہ السلام کی موت کا بعد ہے کیونکہ اگر مسیح علیہ السلام کی زندگی
میں احمد نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آنے والے تھے تو ان کو من بعدی
کہنے کی کیا حاجت تھی؟ خصوصاً جبکہ یہہ بھی کہہ چکے ہوں کہ میں تو صرف
تمہاری ہی طرف رسول ہو کر آیا ہوں بلکہ وہ یہہ کہتے کہ جب میں اے
بنی اسرائیل تمہارے ہاتھوں ستایا جاؤں گا اور پھر تمہارے منصوبے
بچکر آسمان پر اوٹھایا جاؤں گا تو اس کے بعد احمد نبی آئے گا مگر وہ یہہ
کہتے ہیں کہ میرے بعد آئیں گے لیکن اگر بعد سے موت کا بعد مراد نہیں
تو پھر یہہ ماننا پڑے گا کہ ابھی تک وہ نبی موعود احمد نبی بھی نہیں آئے
اور اس کے لیے کسی اور کی بعثت کی راہ دیکھنی ہوگی۔ اور دعوی اسلام

معاذ اللہ ایک فضول واقعہ ہوگا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت آپ کے کارنامے اور مسلمانوں کا وجود محض ایک خیالی امر ہوگا جس کی کوئی حقیقت نہیں کیا کوئی آدمی جس کے سر میں دماغ اور دماغ میں عقل ہو وہ یہ ماننے کو تیار ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت ہی ابھی تک نہیں ہوئی۔ واقعات حقہ کو ماننے والا کبھی انکار نہیں کرسکتا اس لئے کہ قریباً ایک ارب مسلمان اور دنیا کی مختلف قومیں واقعات صحیحہ کی رو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت پر شہادت دیتی ہیں اور ہم سب جو یہاں موجود ہیں اسی مقدس اور مبارک نام پر فدا ہیں پھر کیونکر کہا جاوے کہ ابھی تک آپ مبعوث نہیں ہوئے لیکن اگر یہہ کہا جاوے کہ ابھی تک مسیح علیہ السلام زندہ ہیں تو پھر سرے سے اسلام ہی ہاتھ سے جاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجود باجود کا بھی انکار لازم آتا ہے پس یا تو اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے انکار کرو! اور یا مسیح ؑ کی موت کا اعتراف اور ہم سمجھتے ہیں کہ ایک غیور مسلمان اس موت کو لاکھ مرتبہ یقین کرے گا جو اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کا موجب ہو پس اگر کوئی منکر اپنی ہٹ دھرمی سے اور دلائل کو طاق میں رکھدیوے تو خود دین اسلام اور اہل اسلام کا وجود ہی حضرت عیسی کی موت کے لئے ایک دلیل قاطع ہے رہی یہہ بات کہ بعد کے لفظ سے موت کیونکر مراد ہو سکتی ہے؟ یہہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ بعد کے اور بھی معنی ہو سکتے ہیں اور ہوتے ہیں مگر اس نکتہ کو نہیں بھولنا چاہیئے کہ اگر بعد سے صرف آسمان پر جانا ہی مراد ہے تو مخالفین کے مزعومہ مسیح ؑ کے نزول کے وقت اگر ان سے پوچھا جاوے کہ حضرت ابھی تک آپ تو موجود ہیں پھر موعود احمد نبی کو کیونکر مانیں تو اس کا کیا جواب ہے؟ بلکہ حضرت عیسے جب اس آیت کو کسی معلم محمدی سے پڑھیں گے تو وہ خود اعتراض کرسکتے ہیں کہ میاں جی صاحب ابھی تو میں خود زندہ ہوں احمد نبی

کہاں سے آگئے تونہیں معلوم کہ میاںجی صاحب محمدی اس اعتراض کا کیا جواب دینگے اور اگر بغیر تعلیم کسی معلم کے حضرت عیسیٰ کو یہہ آیت الہام ہو وےگی تو بشرط جاننے زبان عربی کے وہ خود شک میں پڑجاویں گے انا للہ وانا الیہ راجعون علاوہ بریں قرآن کریم میں ایسے نظائر موجود ہیں جہاں بعد بمعنی بعد وفات ہی آیا ہے چنانچہ

(ا) ما تعبدون من بعدی (ب) وقفینا من بعدہ بالرسل
(ج) کما اوحینا الی نوح والنبیین من بعدہ (د) واتینا عیسی ابن مریم البینٰت
(ہ) الم ترالی الملاء من بنی اسرائیل من بعد موسیٰ
(و) ثم بعثنا من بعدھم موسیٰ
(ز) وخلف من بعدھم خلف

وایدناہ بروح القدس
ولو شاء اللہ ما اقتتل الذین
من بعدھم

ان آیات سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ لفظ بعد محاورہ میں بمعنی موت آیا ہے اور ایسا ہی احادیث صحیحہ میں بعد کا لفظ بعد موت کے معنوں میں مستعمل ہوا مثلاً (۱) لاتدری ما احدثوا بعدک (۲) الخلافۃ بعدی ثلاثون سنۃ (۳) کان فی ما خلا من اخوانی من الانبیاء ثمانیۃ الاف نبی ثم کان عیسیٰ ابن مریم ثم کنت انا بعدہ ایسا ہی شعراء نے بھی بعد کو بمعنی بعد موت ہی باندھا ہے حسان بن ثابت کا مشہور شعر ہے ؎

کنت السواد لناظری - فعمی علیک الناظر
من شاء بعدک فلیمت - فعلیک کنت احاذر

پانچویں دلیل پھر وفات مسیحؑ پر ایک اور زبردست دلیل ہے چنانچہ اللہ تعالے فرماتا ہے وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل آخر تک یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالے کے ایک رسول ہیں اور آپ سے پہلے جسقدر رسول آئے ہیں وہ وفات پاچکے اور گذر چکے ہیں اور اگر وہ وفات پاجاوے یا قتل ہوجاوے تو کیا تم اپنی ایڑیوں پر پھر جاؤگے اس آیت کی شان نزول پر تو بحث کی حاجت نہیں البتہ یہہ بیان کرنا ضروری

ہے کہ اس آیت میں دو لفظ قابل غور ہیں ایک قد خلت دوسرے الرسل۔ خلت کے معنی مر گئے اور گذر گئے ہیں یہ بھی توفی کی تحدی کی طرح اپنے اندر ایک تحدی رکھتی ہے اور وہ یہ ہے کہ جب تک اس کے ساتھ کوئی صلہ الی وغیرہ نہ ہو اس کے معنی موت ہی کے آتے ہیں اور قرآن شریف میں اس کے بہت سے نظائر اور شواہد ہیں اگر مخالف انکار کرے گا تو بتا دئے جاویں گے ایسا ہی لغت عرب اس کے موید ہے چند مثالیں دی جاتی ہیں تلک امة قد خلت ایضا وقد خلت القرون من قبلی من قبله الرسل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے جسقدر رسول آئے ہیں ان سب کی وفات کا ثبوت موجود ہے اگر مسیح ؑ یا کسی اور کا استثنا موجود ہوتا تو اس کا ذکر ضرور ہونا چاہئے تھا۔ اس آیت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے تمام نبیوں کی وفات اسی طرح ثابت ہے جس طرح پر ما المسیح ابن مریم الا رسول قد خلت من قبله الرسل سے مسیح سے پہلے رسولوں کی وفات ثابت فاین تذھبون **چھٹی دلیل** اللہ تعالے فرماتا ہے والذین تدعون من دون الله لا یخلقون شیئا وھم یخلقون اموات غیر احیاء وما یشعرون ایان یبعثون یعنی اللہ تعالے کے سوا جو معبود بنائے گئے ہیں اونہوں نے کچھ بھی پیدا نہیں کیا اور وہ آپ مخلوق ہیں اور وہ سب کے سب مردہ ہیں وہ زندہ نہیں اور انہیں اتنی بھی خبر نہیں کہ کب اٹھائے جاویں گے ہم سمجھتے ہیں کہ یہ آیت اپنے مفہوم کے اظہار میں بالکل صاف ہے مسیح علیہ السلام بھی معبود بنائے گئے ہیں اور اللہ تعالے نے فرمادیا ہے کہ جسقدر بھی باطل معبود ہیں وہ سب کے سب مردہ ہیں پھر اس کی مزید توضیح غیر احیاء کے لفظ سے کی اور ہم یقین نہیں کرتے کہ ہمارے مخالف انکار کریں کہ مسیح ابن مریم معبود نہیں بنایا گیا اس لئے اس پر ہمیں زیادہ بحث کی

حاجت نہیں۔ پس جبکہ مسیح ؑ مثل دیگر معبودان باطل اموات کے زمرہ میں داخل ہیں تو جس طرح پر وہ سب معبودان باطل میت ہیں اوسی طرح پر مسیحؑ بھی اونہیں اموات غیر احیاء میں داخل ہو کر میت ہیں وفات مسیح پر قرآن کریم سے اور بھی بہت سے دلائل پیش کیے جا سکتے ہیں اور اگر ضرورت پڑے تو ہم اور دلائل بھی پیش کریں گے مگر اسوقت ضروری معلوم ہوتا ہے کہ توفی کی بحث کے ساتھ دو تین امر اور بھی ذکر کر دیے جاویں جو اس بحث کا تتمہ کہلاتے ہیں اول یہہ کہ انسان آسمان پر بجسدہ العنصری نہیں جا سکتا اگرچہ اس زمانہ کا فلسفہ اور سائنس تو اس امر کا ایسا موید ہے کہ اگر اسکی تصریح کریں تو اس پر سینکڑوں ورق لکھے جا سکتے ہیں مگر ہماری غرض تو قرآن مجید ہی کو پیش کرنا ہے چنانچہ اس مضمون میں ہمنے قرآن مجید ہی کی آیات پیش کی ہیں اس لئے ان لوگوں کو جو قرآن مجید کو چھوڑ کر خیالی اور دور از کار بحثوں میں پڑتے ہیں یہی کہتے ہیں ؎

اے کہ خواندی حکمت یونانیاں　　　حکمت ایمانیاں را ہم بخواں

پس ہم آسمان پر انسان کے بجسدہ العنصری نہ جانے کے لئے قرآنی دلائل جو حکمت ایمانی کے چشمہ سے نکلے ہیں بیان کرتے ہیں اول تو قرآن مجید فرماتا ہے فیہا تحیون وفیہا تموتون ومنہا تخرجون اس آیت سے وفات مسیح ؑ میں بھی ہم نے استشہاد کیا ہے مگر یہاں غرض اور ہے اس آیت میں اللہ تعالے نے فرمایا ہے کہ انسانی خواص میں سے یہہ ہے کہ وہ زمین ہی میں زندہ رہتا ہے اور اوسی میں مرتا ہے اور اوسی سے اس کی بعثت ہوگی اس آیت میں فیہا کو مقدم کیا ہے اور اہل علم تقدیم ماحقہ التاخیر یفید الحصر سے بخوبی واقف ہیں پس اس آیت کے یہہ معنی ہوئے کہ ایام زندگی جتنے بھی ہوں وہ اسی پشت ارض پر بسر ہوں گے اور اسی زمین پر مرنا اور اسی میں دفن ہونے کے بعد قیامت کے وقت نکلنا ہوگا

یہ نہیں کہ ۳۳-۳۴ برس تو زمین پر بسر کئے اور دو ہزار سے زائد آسمان پر گذار یں بلکہ زندگی کا زمانہ جسقدر بھی ہے وہ زمین پر ہی بسر ہوگا۔ اب اگر حضرت مسیح آسمان پر چلے گئے ہیں تو فیہا تحیون کے صریح خلاف ہے۔ دوسری دلیل اس مقصد پر یہ ہے الم نجعل الارض کفاتا احیاءً واموا تا یعنی کیا ہم نے زمین کو نہیں بنایا اپنی طرف جذب کرنے والی زندوں کو بھی اور مردوں کو بھی اگرچہ اس آیت میں کشش ثقل کا علمی مسئلہ بھی بیان کیا گیا ہے مگر ہم اس کی تصریح میں نہ پڑکر یہ ظاہر کرتے ہیں کہ لغت عرب میں کفاتا کے معنی بالکل ساتھ ملی ہوئی شئے کے ہیں کفتہ۔ ضمہ لغت میں موجود ہے گویا انسان کے لئے یہ سنت اللہ ٹھہر چکی ہے کہ وہ زمین سے زندگی اور موت میں الگ نہو اور زمین میں یہ قوت اور طاقت جذب ہے کہ وہ انسان کو اپنے سے الگ نہونے دے مختار الصحاح مین لکھا ہے کفتہ ضمہ الیہ وبابہ ضرب وفی الحدیث اکفتو صبیانکم باللیل فان للشیطان خطفة والکفات الموضع الذی یکفت فیہ الشئ ای یضم ومنہ قولہ تعالےٰ الم نجعل الارض کفاتا تیسری دلیل سورۂ بنی اسرائیل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منکرین نے جہاں بہت سے معجزات طلب کئے ہیں وہاں ایک یہ بھی سوال کیا ہے اوترقی فی السماء ولن نومن لرقیک حتی تنزل علینا کتابا نقرءہ قل سبحان ربی ھل کنت الا بشراً رسولا جس کا حاصل ترجمہ یہ ہے کہ یا آپ یہ اعجاز دکھائیں کہ آسمان پر چڑھ جائیں اور ہم آپ کے آسمان پر چڑھنے کے تب قایل ہوں گے کہ وہاں سے آپ ایک کتاب لائیں جس کو ہم پڑھیں ایسے موقعہ پر جبکہ ایمان اور کفر کا سوال تھا اور ایک قوم کی زندگی ایمانی اور موت کفری متعلق تھی وہ ایک معمولی سی بات سے حل ہو سکتا تھا۔ کہ آسمان پر چڑھ جاتے

اور ایک کتاب جس میں لکھا ہوتا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں لا کر پیش کر دیتے ایسا کر دینے سے نہ صرف منکرین کے اقتراح کا عملی جواب مل جاتا بلکہ اس سے ایک عظیم الشان فائدہ یہہ ہوتا کہ وہ خونریزی جو عرب میں ہوئی رک جاتی اور اسلام کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے عزیز احباب اور جاں نثار صحابہ کی قربانی دینی پڑی اس کی حاجت نہ پڑتی اور صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آسمان پر چڑھ جانے سے ہزاروں جانیں جسمانی طور پر اور روحانی طور پر بچ جاتیں مگر یہہ کیا ہوا کہ اس کے جواب میں هل كنت الا بشرا رسولا کا جواب دیا جاتا ہے کہ یہہ امر سلسلہ معجزات رسل میں بھی داخل نہیں ہو سکتا اور انسانی صفات اور خواص میں بھی یہہ امر داخل نہیں ہے کہ وہ آسمان پر چڑھ جاوے وہ مخلوق جس کے بچانے کے لئے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسقدر درد تھا کہ اللہ تعالیٰ کو یہہ کہنا پڑا لعلك باخع نفسك ان لا يكونوا مومنين پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت اور محبت کے لحاظ سے بھی یہہ ضروری تھا کہ اللہ تعالیٰ آنحضرت کو آسمان پر چڑھا لیتا تاکہ آپ کے قلب پر سے وہ کوفت اور کرب دور ہو جاتا جو منکرین کے مومن نہ ہونے کی وجہہ سے تھا مگر یہہ عجیب معاملہ ہے کہ باوجود ایسے حالات ضروریہ کے بھی اللہ تعالیٰ نے یہہ پسند نہ فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آسمان پر اوٹھا لیتے مسیح علیہ السلام کے لئے تو بغیر طلب کرنے یہود کے یہہ معجزہ فوراً واقع کر دیا اور یہاں پر باصرار طلب کرنے سے بھی واقع نہ کیا تو ہمارے مخالفین کے اعتقاد میں اللہ تعالیٰ کو کمزور یہودیوں سے بچانے کے لئے آسمان پر اوٹھانے کی حاجت پڑی بغیر سوال منکرین کے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہ تو اس مصیبت کی گھڑی میں آسمان پر اوٹھایا جبکہ آپ دشمنوں کے نرغہ میں پھنسے ہوئے تھے اور بالآخر اپنے محبوب شہر کو تاریکی کی ساعت میں الوداع

کہنا پڑا اور سفر کے بڑے بڑے مصائب اور تکالیف کو اوٹھا کر بڑی بڑی دشواریوں کے ساتھ مدینہ شریف میں پہنچے آہ اور نہ اس وقت جب کہ منکرین اعجازی نشان طلب کر رہے تھے اور آسمان پر چڑھنے ہی کا سوال تھا اس کرشمہ کو دکھایا کیا یہ ہمارے ہی سید و مولیٰ کے لئے مقدر تھا؟ پھر کہتا ہوں! آہ! تلك اذا قسمة ضيزیٰ اب ہم کہاں تک اس آیت کی صراحت کرتے جاویں۔ اگر مسیح ع کا آسمان پر جانا تسلیم کیا جاوے تو پھر مسیح ع اور مقتدا ہم سب کے مخدوم آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی سخت ہتک اور قرآن کریم کی توہین متصور ہے۔ ونعوذ باللہ من ذالك اس مقصد کے لئے اور بھی دلائل ہیں مگر ہم انہیں پر اکتفا کر کے آگے چلتے ہیں اور یہ بتانا چاہتے ہیں کہ جب مسیح علیہ السلام کی وفات بھی ثابت ہو چکی اور یہ بھی ثابت ہو گیا کہ کوئی انسان اسمان پر جا نہیں سکتا تو پھر یہ خیال ہو سکتا ہے کہ خدائے تعالےٰ قادر ہے کہ مردہ کو زندہ کر دے۔ مگر اس کے متعلق ہم اتنا ہی کہتے ہیں کہ خدائے تعالےٰ بے شک قادر ہے۔ مگر یہ سچی بات ہے کہ جو قانون اس نے قرآن مجید میں خود بیان کر دئے ہیں اس کے خلاف اللہ تعالےٰ نہیں کیا کرتا کیونکہ یہ امر صفات باری تعالےٰ کی شان کے خلاف ہے چنانچہ اسی قرآنی قانون کی نسبت فرماتا ہے اللہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا فیمسك التی قضی علیھا الموت ویرسل الاخری اللہ تعالےٰ ہی قبض کرتا ہے تمام روحوں کو ان کے مرنے کے وقت اور ان کی نیند کے وقت پس جس پر موت وارد کرتا ہے اوس کو وہیں روکے رہتا ہے اور نیند والے کو بھیج دیتا ہے۔ یہ آیت بہت ہی قابل غور ہے اس آیت میں توفی کے معنی اللہ تعالےٰ نے خود ہی بتا دئے ہیں اور پھر توفی کی دو قسمیں بیان کی ہیں ایک بذریعہ موت دوم بذریعہ نیند اور جن میں سے اول الذکر کے متعلق یہ فیصلہ ہے کہ وہ واپس نہیں آ سکتے اور آخر الذکر کیلئے

یہہ ہے کہ وہ واپس آتے ہیں۔ اب اس کے سوا تیسری قسم جس میں کسی کا آسمان پر معہ جسم عنصری اوٹھایا جانا بھی ہو تو وہ مخالفین پیش کریں اس مطلب کے اثبات کے لئے بھی قرآنمجید میں بہت کثرت سے آیات بیّنات موجود ہیں مثلاً دوسری دلیل اس مقصد پر یہہ ہے جو اس آیت میں بیان ہوئی ہے قال رب ارجعون لعلی اعمل صالحا فیما ترکت کلا انہا کلمۃ ھو قائلھا ومن وراءھم برزخ الی یوم یبعثون اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ مردے واپس اس دنیا میں آیا نہیں کرتے ایک فاجر شخص نے جب دوبارہ دنیا میں بھیجے جانے کی درخواست کی تو اللہ تعالےٰ نے اس کو اس کلیہ کے ماتحت نہیں بھیجا اور فرمایا ومن وراءھم برزخ الی یوم یبعثون اب ٹھنڈے دل سے غور کرو کہ ایک فاجر آدمی دنیا میں مکرر بھیجے جانے کی اس لئے درخواست کرتا ہے کہ میں پھر جا کر نیکی کروں گا۔ ایسے شخص کو تو ضرور بھیج دینا چاہئے تھا مگر اللہ تعالےٰ چونکہ یہہ قانون مقرر کر چکا ہے کہ مردے دنیا میں نہیں آتے اس لئے اس کو نہیں بھیجا۔ پھر انبیاء علیہم السلام تو نفوس قدسیہ ہوتے ہیں ان کے مکرر بھیجنے کی تو حاجت ہی کچھہ نہیں کیا ان پر دو موتیں وارد کی جائیں گی؟ حالانکہ اہل جنّۃ کے متعلق فرماتا ہے لایذوقون فیھا الموت الا الموتۃ الاولیٰ مسیح علیہ السلام کو دوبارہ زندہ کرکے دنیا میں بھیجکر گویا ان کو دوسری موت کا نشانہ بنانا ہے۔ اب ہم یہہ ظاہر کرتے ہیں کہ مسیح تو خصوصیت سے نہیں آسکتا خواہ اونہیں مردہ یقین کرو جو امر واقعہ ہے اور خواہ زندہ قیاس کرو۔ ہم اور ہمارے مخالفین اس امر کو یقیناً تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام صرف بنی اسرائیل ہی کے لئے رسول ہوکر آئے تھے اور دنیا میں کسی نبی کو یہہ حق پیدا ہی نہیں ہوا کہ وہ یاایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا کل دنیا کے لئے اور قیامت تک آنے والا ایک ہی نبی دنیا میں آیا جو سیّد المرسلین اور خاتم النبیین رحمۃ للعالمین ہے۔ آپ کے سوا جسقدر نبی دنیا میں آئے وہ سب

کے سب مخصوص اقوام و زمان کے لئے تھے ہم اس وقت اس بحث کے دامن کو دراز نہیں کرنا چاہتے حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق قرآن مجید میں یہہ فرمایا گیا ہے ورسولاً الی بنی اسرائیل اور ایسا ہی مثلاً لبنی اسرائیل وغیرہ وغیرہ یعنی حضرت مسیح علیہ السلام کی بعثت بنی اسرائیل کے لئے ہی تھی اور ان کا اسوہ اور نمونہ ہونا بنی اسرائیل کے لئے تھا قرآن مجید سے بھی یہی ثابت ہے اور انجیل میں بھی مسیح علیہ السلام کا یہی ادعا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں بنی اسرائیل کی گم شدہ بھیڑوں کو جمع کرنے کے لئے آیا ہوں ایسی حالت اور صورت میں قابل غور یہہ امر ہے کہ اگر مسیح علیہ السلام دوبارہ دنیا میں آئیں گے تو وہ آکر دنیا میں کیا دعوے کریں گے ؟ کیا وہ یہہ کہیں گے یا ایہا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا یعنی اے نوع انسان میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہو کر آیا ہوں۔ تو ہم کہتے ہیں کہ قرآن مجید نے آپ فیصلہ کر دیا ہے کہ یہہ دعویٰ تو صرف ایک ہی ذات والاصفات حضرت رسول رب العالمین محمد مصطفےٰ خاتم النبیین صلعم کے لئے مخصوص کیا گیا ہے کوئی دوسرا اس میں شریک نہیں اور مسیح علیہ السلام کا دعوی اور مقصد بھی قرآن مجید میں بتا دیا گیا ہے کہ رسولاً الی بنی اسرائیل اب وہ یہہ دعوی تو کر ہی نہیں سکتے۔ اس لئے پھر دوسری صورت یہہ ہے کہ وہ یہہ دعوی کریں کہ رسولاً الی بنی اسرائیل اس سے اسلام اور مسلمانوں کو کیا فائدہ ؟ اب صرف ایک ہی بات رہجاتی ہی کہ وہ امت محمدیہ میں داخل ہو کر آئیں چشم ما روشن دل ما شاد ! ہم تو ایمان رکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قوت قدسی ایسی زبردست ہے کہ آپ کی تعلیم اور ہدایت اور فیوض کے ماتحت ایسے علمائے ربانی تیار ہوتے ہیں جنکو انبیاء بنی اسرائیل کے مثل قرار دیا گیا ہے اور ہم یقین کرتے ہیں کہ یہہ سلسلہ ہمیشہ جاری رہے ؎

صد ہزاراں یوسفے بینم دریں چاہ ذقن		وان مسیح ناصری شد از دم او بیشمار

ہمارے اور ہمارے مخالفین کے درمیان اس مرحلہ پر اتنا ہی فرق ہے کہ وہ مسیح ناصری کو معزول کر کے امت محمدؐ میں داخل کرتے ہیں اور ہم اپنے ایمان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمالات تکمیلی میں یہہ یقین کرتے ہیں کہ آپ اپنے متبعین کو مسیح بناتے ہیں۔ مگر التماس یہہ ہے کہ کیا اہل سنت والجماعت کے مسلمہ عقائد میں یہہ امر بھی ہے کہ کوئی نبی اپنے عہدہ نبوت سے معزول ہو سکتا ہے؟ یہہ ثابت کرنا فریق مخالف کا کام ہے کہ مسلمہ کتب عقاید سے یہہ ثابت کردیں کہ نبی عہدہ نبوت سے معزول ہو جاتا ہے؟ اور بفرض محال اگر یہہ بھی بیان کیا جاوے کہ کسی کتاب میں ایسا لکھا ہے جو ہرگز نہیں لکھا کہ نبی معزول ہوسکتا ہے تو حضرت مسیح علیہ السلام تو خصوصاً معزول نہیں ہوسکتے اس لئے کہ قرآن مجید میں صاف لکھا ہے وجعلنی نبیاً وجعلنی مبارکاً این ما کنت گویا ہر حالت میں وہ نبی ہوں گے پھر وہ تو معزول ہو سکتے ہی نہیں اس بیان سے صاف ثابت ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نبی ناصری تو دوبارہ دنیا میں آہی نہیں سکتے۔ ان تمام بیانات سے جو ہم نے اوپر بیان کئے ہیں ایک غور طلب انسان آسانی کے ساتھ اس نتیجہ پر پہونچ سکتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام وفات پا چکے اور چونکہ مر وے دوبارہ دنیا میں نہیں آسکتے اس لئے وہ آئیں گے بھی نہیں اور نہ آسمان پر گئے کیونکہ ہم نے قرآن مجید سے اولاً یہہ بتایا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو یہودیوں کے ناپاک الزامات سے بچانے کے لئے جو صلیب پر ان کو قتل کر کے ان کی نبوت کے متعلق لگانا چاہتے تھے اللہ تعالےٰ نے انی متوفیک کے وعدہ سے بشارت دی کہ ہم تجھکو طبعی وفات دینگے ایسا ہی ہم نے بتایا ہے کہ توفی کا لفظ قرآن مجید۔ احادیث۔ لغت عرب میں جہاں اللہ تعالےٰ فاعل حقیقی یا اللہ تعالےٰ کی طرف سے ملائک ہوں اور ذی روح مفعول بہٖ ہو قبض روح اور موت کے ہی معنوں پر آیا ہے اسکے خلاف آج تک ہمارا فریق مخالف

ثابت نہیں کرسکا۔ ایسا ہی ہم نے بتایا ہے کہ قرآن مجید میں خود مسیح کا
اقرار فلما توفیتنی میں موجود ہے جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کی شہادت ہے پھر دوسری آیات سے ہم نے ثابت کیا ہے کہ مسیح
علیہ السلام وفات پا چکے ہیں۔ ان تمام قرآنی آیات اور شواہد کے بعد
ہم مناسب نہیں سمجھتے کہ غیروں کے اقوال کی طرف رجوع کریں اگرچہ ہم اس
مسئلہ وفات مسیح پر اندرونی شہادتیں اور نیز بیرونی دلائل اور خارجی
شہادتیں بھی رکھتے ہیں۔ مگر قرآن کریم کے ہوتے ہوئے اوروں کی طرف
رجوع کرنے کی سر دست کیا ضرورت ہے یہاں ہم ایک غلط فہمی کا ازالہ ضرور
سمجھتے ہیں جس میں ہمارے مخالف عوام کو ڈالتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ
وہ کہدیتے ہیں کہ تفاسیر میں ایسا لکھا ہے اور وہ لوگ ہم سے زیادہ قرآن مجید
جانتے تھے اس مغالطہ میں پڑکر عوام دھوکہ میں آجاتے ہیں مگر حقیقت
یہہ ہے کہ وہ لوگ تفاسیر کو وہ رتبہ دینا چاہتے ہیں جو صرف خدا۔
تعالیٰ کی مجید کتاب ہی کا خاصہ ہے کہ اس میں کسی قسم کی غلطی اور ضعف
اور ریب نہیں ۔ ہم تفاسیر کو علماے کرام کی سعی فی الدین کا ایک
نمونہ سمجھتے ہیں اور حسن ظن رکھتے ہیں کہ اونہوں نے عوام کے فائدہ کے
لئے لکھا مگر جب کہ یہہ مسلمہ مسئلہ ہے کہ المجتہد قد یخطی وقد یصیب
ان کو غلطی اور انسانی کمزوری سے خالی نہیں کہہ سکتے مخصوصاً پیشگوئیوں
کی معنی مراد میں کہ الہی مراد اون سے کیا ہے اس پر بھی ایک لمبی بحث
ہوسکتی ہے مگر میں اسوقت صرف مولوی ثناء اللہ صاحب کی رائے
تفاسیر کے متعلق بتادینا کافی سمجھتا ہوں کیونکہ وہ اس جلسہ میں موجود
ہیں اور تصدیق کرسکتے ہیں وہ اپنی تازہ کتاب تبر اسلام میں لکھتے
ہیں صفحہ ۸ ا پر صاحب معالم ہو یا ترمذی جب تک وہ کسی کی روایت
کی سند نہ بیان کریں گے وہ روایت قابل حجت اور معتبر نہ ہوگی بلکہ

یہاں تک کہ سارا سلسلہ بیان کرکے ایک راوی بھی کہیں سے اگر چھوٹ
جاوے گا تب بھی وہ روایت قابل حجت نہیں بلکہ مردود کے اقسام میں
ہے منقول تفسیرین ابن جریر۔ معالم وغیرہ چونکہ انمیں ہر قسم کی روایات غلط اور
صحیح پائی جاتی ہیں اس لئے ان میں سے کسی تفسیر میں کسی روایت کے ہونے
سے اس روایت کی صحت ثابت نہیں ہوسکتی جب تک کہ صحت کے قاعد
سے صحت کا علم نہو مفسرین کا قول نقل کردینا کافی نہیں الی قوله پھر اس سے زیادہ
محل افسوس وہ لوگ ہیں جو بڑے بلکے محدث اور اہل حدیث کہلا کر بھی ایسی
پستی میں ہیں کہ قرآن مجید جیسی متبرک اور جامع علوم وفنون کتاب کی تفسیر کو
ان بے سند اقوال مندرجہ تفاسیر کا پابند کرتے ہیں بلکہ ایسا کرنا داخل
ایمان جانتے ہیں واللہ باللہ ثم باللہ ہم کو یہہ روش ایسی جاہلانہ معلوم ہوتی
ہے کہ اس کی تحقیر اور تذلیل کے لئے کافی الفاظ نہیں ہیں۔ اب مولوی ثناء اللہ
صاحب کی اس رائے کے بعد ہم نہیں سمجھتے کہ ہمارے مخالفین تفاسیر
کے حوالجات دینے کی جرأت کریں جب تک وہ مولوی صاحب سے اس
امر میں فیصلہ نکریں جس شدید غلیظ قسم کے ساتھ مولوی ثناء اللہ صاحب نے
تفاسیر کا خاتمہ کیا ہے وہ قابل دید ہے اور ان لوگوں کو جو تفاسیر کے ان
اقوال کو مستند سمجھتے ہیں جن الفاظ میں مولوی ثناء اللہ صاحب نے
ذلیل کیا ہے اور کرنا چاہتے ہیں وہ اردو زبان کے لیٹریچر میں ان کو مل
نہیں سکتے ایسا ہی وہ اپنی ایک تالیف الکلام المبین میں جو اونہوں نے
اپنے خلاف فتویٰ علماء کے جواب میں لکھی ہے کہتا ہے بلکہ اوس کو علماء کے
سلف کے اقوال سے موکد کرکے کہتا ہے کہ تفسیر صحابہ حجت نہیں اس پر
بہت سے حوالجات اونہوں نے اس کتاب کے صفحہ ۸ میں دئے ہیں
اور پھر صفحہ ۹ میں ثابت کیا ہے کہ قول تابعی حجت نہیں اس قسم کے بیانات
سے تفاسیر اور اقوال سلف کی جو وقعت مولوی ثناء اللہ صاحب نے

قایم کردی ہے وہ ہمارے مخالفین کے لئے قابل غور ہے بلکہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے تو احادیث کا بھی فیصلہ کر دیا ہے وہ اپنی کتاب آیات متشابہات کے صفحہ ۱۸ پر لکھتے ہیں حدیث کو کیسی ہی اعلیٰ درجہ کی صحیح ہو قرآن کی برابر نہ اس کا قطعی ثبوت ہے نہ اس کی دلالت یقینی پھر یہہ رائے کیونکر صحیح ہو سکتی ہے کہ ادنیٰ کو اعلیٰ پر حاکم بنایا جاوے اب مولوی ثناء اللہ صاحب تو صحیح حدیث کا بھی من وجہ خاتمہ کرتے ہیں پس ہمارے جواب میں ان اپنے مسلمہ اصولوں کو مدنظر رکھا جاوے گا اور یہی وجہ ہے کہ ہم نے قرآن مجید ہی کو مقدم کیا ہے اور اسی سے استشہاد کیا ہے اس لئے ہم امید کرتے ہیں کہ ہمارے مخالفین اسی التزام کو مدنظر رکھیں گے اور اپنے دعوے کے ثبوت میں قرآن مجید کے دلائل پیش کریں گے اور وہ بھی اسطرح پر کہ اولاً ہمارے دلائل کو منقوض و فاسد کر دیویں اور ثانیاً حضرت مسیح کی حیات کو آیات بینات اور نصوص سے ثابت کریں وانی لھم ذالک واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ربنا افتح بیننا وبین قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین

سید محمد احسن امروہوی مورخہ ۱۵ جون ۱۹۰۹ء

ہم کو امید قوی تھی کہ اس کی جوابدہی کے لئے مولوی احمد حسن صاحب مدرس امروہہ یا کوئی مولوی شاگردان مولوی رشید احمد صاحب سے کھڑے ہوویں گے مگر ہماری یہہ امید مبدل بیاس ہوگئی اور سخت افسوس ہوا کہ العجب اسقدر تعداد کثیر علمای رامپور وامروہہ و دیوبند وغیرہ میں سے کوئی عالم غیر احمدیوں کے نزدیک ایسا لایق فایق عالم نہیں جو ہمارے اس مضمون متضمن دلائل قاطعہ کا جواب دیوے بلکہ وہی ثناء اللہ صاحب کھڑے ہوئے جو چند مرتبہ ہماری جوابدہی سے فرار کر چکے ہیں جیسا کہ اشتہار تنویر الابصار رہے جواب تک جواب اوس کا نہیں دے سکے اور نیز

جوابدہی رسالہ حیات الانبیا فی وفات الانبیا وغیرہ سے بھی فراری ہو چکے
ہیں اور سوائے آئیں بائیں شائیں کے اور کچھ نہیں لکھ سکے اور سوائے
ایسے چند اشعار خلاف حکمت کے جن کو کوئی مہذب پسند نہیں کر سکتا
اور کچھ علم مسائل متنازعہ فیہا کا علی منہاج النبوۃ نہیں رکھتے بس بحکم والغوا
لعلکم تغلبون کے جو کچھ اُس کا شیوہ قدیمی ہے اوسی کو اونہوں نے
یہاں بھی اختیار کیا ہمارے وکیل نے ہر چند عرض کیا کہ یہہ سب و شتم
یا خلاف حکمت اشعار خوانی یا نثر ظرافت و تمسخر آمیز سے ہمارے دلائل
قرآنیہ کا جواب نہیں ہو سکتا مگر بقول شخصے مارتے کا ہاتھ پکڑا جا سکتا ہے
اور کہتے کی زبان نہیں پکڑی جا سکتی۔ اپنی عادت قدیمہ سے وہ کب
باز آ سکتے تھے بقول شیخ علیہ الرحمۃ کہ تیغ زباں برکشید و اسپ فصاحت
بمیدان وقاحت جہانید۔ افسوس کہ طرف ثانی کے علما بھی اوس کی اس
تقریر لایعنی سے بہت خوش ہوتے جاتے تھے اور خاکسار اپنے دل میں
یہہ قطعہ پڑھتا جاتا تھا ے

ہاں تا سپر نیفگنی از حملہ فصیح	کو را جزیں مبالغہ مستعار نیست
دین ورز و معرفت کہ سخندان نکتہ سنج	بر در سلاح دارد و کس در حصار نیست

ہم اپنے اس مضمون کا جواب تحریری دوران مباحثہ میں بھی بلا وساطت
اور نیز بوساطت حضرت نواب صاحب بہادر کے طلب کرتے رہے مگر
باوجود تاکید نواب صاحب بہادر کے نہ اوس وقت ہمکو اپنا جواب تحریری
دیا اور نہ بعد اوس کے۔ اس لئے ہم بپاس خاطر ناظرین یہاں پر مولوی
ثناء اللہ صاحب کے نوٹوں کے دو حصہ کر کے مختصراً کچھ نمونہ لیاقت دکھلانا چاہتے
ہیں تاکہ بحکم تعرف الاشیاء باضدادہا کے ہمارے مضمون قرآنی
کے مقابلہ میں مولوی صاحب کی فصاحت بیانی اور تبحر علمی کا کچھ پتہ
لگ جاوے اور مولوی احمد حسن صاحب اون کے اُستاد کے علوم و فنون

کا حال بھی معلوم ہو جاوے جنکی شاگردی کا اوستاد و شاگرد دونوں کو بڑا فخر ہے

جناب مولوی ثناء اللہ صاحب کی فصاحت بیانی

میں نے کہا کہ سایہ کرو مجھپہ آپ پری
بولا کہ اوسکے سایہ سے پرہیز چاہیے

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا مرے حق میں
سلیماں نے کیا ہے پاک دامن ماہ کنعاں کا

مولوی صاحب اگر کوئی شعر عربی ہی کا پڑھ دیتے تو سامعین کو آپکے مولوی فاضل ہونے کا تو پتہ لگ جاتا۔ اور فرماتے ہیں۔

کیا نصیبا ہے ترا بلبل شیدا اولٹا
رحم کی جا اونہیں آجاتا ہے غصہ اولٹا

آعندلیب مل کے کریں آہ وزاریاں
تو ہائے گل پکار میں چلاؤں ہائے دل

ایہا الناظرون یہہ ہے وہ فصاحت بیانی جس کی نسبت مولوی صاحب کو سارٹیفکٹ ملا ہے۔ علماے ربانی کے مناظرات میں ایسے ہی اشعار پڑہے جاتے ہیں

زاہد نداشت تاب وصال پری رخاں
کنجے گرفت و ترس خدا را بہانہ ساخت

شاباش فارسی کا ایک شعر تو آپ کو برمحل یاد آگیا۔ مگر ہمارے محب صادق اٹاوی نے اس شعر کے مضمون کی نسبت جو آپ کی خبر لی ہے وہ بدر ۱۵ ملاحظہ ہو

پڑا فلک کو کبھی دل جلوں سے کام نہیں
جلا کے خاک نہ کردوں تو داغ نام نہیں

کچھہ جوانی ہے ابھی کچھہ ہی لڑکپن اونکا
دو دوغا بازونکے پھندے میں ہے جوبن اونکا

مولوی صاحب نے ان دو دوغا بازونکی تشریح اور تعیین شاید اس لئے نہیں فرمائی کہ نہ علماے حاضرین سے واہ واکی داد ملتی اور نہ سارٹیفکٹ حاصل ہوتا۔ شاباش

مشکل بہت پڑیگی برابر کی چوٹ ہے
آئینہ دیکھیے گا ذرا دیکھ بھال کے

نہ تم صدمے ہمیں دیتے نہ ہم فریادیوں کرتے
نہ کھلتے راز سربستہ نہ یوں رسوائیاں ہوتیں

رنگ لائیگا یہ اک دن آپکا رنگ حنا
اے ستمگر پاؤں کا مہندی لگا نا چھوڑ دے

اے ناظرین کیا آپ مولوی صاحب کے حالات قلبی کا رنگ معلوم نہیں کرسکتے مورخین محققین نے تو اشعار ایام جاہلیت سے تواریخ مستنبط کرلی ہیں الا ناء یترشح بما فیہ

بد نہ بولے زیر گردوں گر کوئی میری سنے
ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہے ویسی سنے

کیئے لاکھوں ستم اس پیار میں بھی آپ نے ہمپر
خدا نا خواستہ گر خشمگیں ہوتے تو کیا کرتے

نہ پہنچا ہے نہ پہنچیگا تمہاری ظلم کیشی کو
ہزاروں ہو چکے ہیں گرچہ تمسے فتنہ گر پہلے

مولوی صاحب نے ان اشعار کو جس موقع اور محل پر پڑھا ہے بسبب طوالت کے میں اوس موقع بیان کو یہاں نہیں لکھ سکا کیونکہ مجھکو صرف اوس فصاحت بیانی مستعار کا نمونہ دکھلانا مقصود ہے جسپر آپ کو دوسروں کے اردو اشعار پڑھکر سارٹیفکٹ ملا ہے اور پھر علماے ہندوستان کے خطوط متواتر آئے کہ آپ مجدد وقت ہیں اور پھر آپ کو اوسپر بڑا فخر ہے۔ شرم! شرم! اب اوس تبحر علمی کا بھی کچھ بیان کیا جاتا ہے جس کی نسبت علماے رامپور وغیرہ نے مولوی احمد حسن صاحب کے اس استفسار پر کہ (اے حضرات جواب دیدیا؟) بڑے زور شور سے تصدیق کی کہ ہاں۔ دیدیا! دیدیا! دیدیا حالانکہ اُس کا رد تحذیر المومنین وغیرہ متعدد رسائل میں کافی ووافی شایع ہو چکا ہے **نمونہ تبحر علمی مولوی ثناء اللہ صاحب کا**

قولہ حضرت مسیح کی وفات طبعی سے یہود و نصاری کا انکار قابل غور ہے۔

نوٹ جوابی۔ ہاں حضرت ہر دو اقوام حضرت مسیح کی وفات طبعی سے انکار کرکے حضرت مسیح کے مقتول بالصلیب ہونے یعنی ملعون ہونے کے معتقد ہیں نعوذ باللہ منہ کیا آپ بھی یہی اعتقاد کہتے ہیں ما قتلوہ وما صلبوہ کو یاد رکھیے اور ہم ہرگز ہرگز قتل بالصلیب کے قایل نہیں جو صلبوہ سے مراد ہے۔ دیکھو شمس بازغہ وغیرہ کو

قولہ حضرت مسیح کی تمام زندگی بے مثل و بے نظیر ہے لہذا موت بھی اون کی لانظیر ہے

نوٹ جوابی اے حضرت قرآن مجید میں تو یہ اللہ تعالے کی صفت ہے کہ لیس کمثلہ شیء اور عیسیٰ کی نسبت فرمایا گیا ہے کہ ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل ادم صدق اللہ تعالے ولم یکن لہ کفواً احد۔

قولہ انسان روح اور جسم دونوں سے مرکب ہے پس اس مجموعی ترکیب کا نام مسیح تھا اور جسقدر ضمائر ما قتلوہ وما صلبوہ میں ہیں وہ اس مسیح روح

مع جسم کی طرف پھرتی ہیں۔ **نوٹ جوابی** اے حضرت روح تو جسم سے مغائر ہے چنانچہ بعد مفارقت کرنے کے اس جسم عنصری سے پھر بھی انسان وہی انسان رہتا ہے ان خیراً فخیر وان شراً فشر اگر ایسا کچھ نہ ہوتا تو پھر ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولاکن لا تشعرون کیوں فرمایا جاتا اور کیا آپ کے نزدیک روح مقتول کی بھی مقتول ہو جاتی ہے انا للہ وانا الیہ راجعون اور پھر فرمایئے کہ آیت ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد میں رسول اور احمد کس چیز کا نام ہے کیونکہ روح مقدس تو ابھی تک جسم عنصری سے ملی ہی نہ تھی **قولہ** حضرت مرزا صاحب نے خود براہین احمدیہ میں عیسیٰ ؑ ابن مریم کی آمد ثانی کا اقرار کیا ہے **نوٹ جوابی** یہ مضمون حضرت اقدس کا کوئی الہامی نہیں کشفی نہیں نہ حضرت اقدس نے اس کے الہامی یا کشفی ہونے کا دعوے کیا ہے بلکہ جیسا کہ تفاسیر میں علمائے مفسرین کا اعتقاد تھا اور پہلے تمام مجددین کا بھی مجملاً یہی خیال تھا کیونکہ یہ اک پیشگوئی تھی جسکا علم کماحقہ ہونا کسی پر کچھ ضرور نہیں مجملاً اعتقاد کافی ہے اس لئے حضرت اقدس نے بھی اسی طرح تحریر فرمادیا اس مضمون کے ساتھ نفی مسیحائی میں تمسک کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی مخالف اسلام آنحضرت صلعم کی نسبت یہ آیت پیش کرے کہ وما کنت تدری ما الکتب ولا الایمان افسوس کہ آپ نے اس کے آگے کی عبارت کو جو کشفی اور الہامی ہے ملاحظہ نہیں فرمایا جس سے آپکا مسیح موعود ہونا بخوبی ثابت ہوتا ہے اور وہ یہ ہے لیکن اس عاجز پر ظاہر کیا گیا ہے کہ یہ خاکسار اپنی غربت اور انکسار اور توکل اور ایثار اور آیات اور انوار کے رو سے مسیح کی پہلی زندگی کا نمونہ ہے اور اس عاجز کی فطرت اور مسیح کی فطرت باہم نہایت ہی متشابہ واقع ہوئی ہے گویا ایک ہی جوہر کے دو ٹکڑے یا ایک ہی درخت کے دو پھل ہیں اور بحدی اتحاد ہے کہ نظر کشفی میں نہایت ہی باریک امتیاز ہے اور نیز ظاہری طور پر بھی ایک مشابہت ہے اور وہ یوں کہ مسیح ایک کامل

اور عظیم الشان نبی یعنی موسیٰ کا تابع اور خادم دین تھا اور اوسکی انجیل توریت کی فرع ہے
اور یہ عاجز بھی اوس جلیل الشان نبی کے احقر خادمین میں سے ہے کہ جو سید الرسل
اور سب رسولوں کا سرتاج ہے اگر وہ حامد ہیں تو وہ احمد ہے اور اگر وہ محمود ہیں تو
وہ محمد ہے صلی اللہ علیہ وسلم سو چونکہ اس عاجز کو بھی شریک کر رکھا ہے انتہے اب ناظرین
غور فرماویں کہ یہ پیش گوئی حضرت اقدس کی ذات والا صفات پر بہ تمام کیسی پوری
ہوئی ہے جس میں آپ کی صداقت کا ایک بہت بڑا ثبوت کامل ہے۔ کیونکہ
جب تک اللہ تعالےٰ کی طرف سے بخوبی اس پیشگوئی کا کشف تام نہوا تب
تک آپ نے اس کو ظاہر نفرمایا۔ اور سادے طور پر اس پیش گوئی کو بطور خیال
علمائے سابقین کے تحریر فرما گئے لیکن جب [illegible]ام حقیقت اس پیش گوئی کی اللہ
تعالےٰ کیطرف سے بخوبی منکشف ہوگئی تب فاصدع بما تومر کی تعمیل فرمائی
پس جو جواب آیت ما کنت تدری ما الکتب ولا الایمان کا آپ دیویں
فہو جوابنا یہ ہے نمونہ تبحر علمی مولوی ثناء اللہ صاحب کا جو حقیقت میں ایک
دجل عظیم ہے **قولہ** براہین میں متوفیک کے معنی پوری نعمت دوں گا
کے ہیں **نوٹ جوابی** بشرح صدر **قولہ** جب حضرت مسیح ع کو باوجود
نص قرآنی الم نخلقکم من ماء مہین اور خلق من ماء دافق ان
کی پیدایش کو لانظیر مانتے ہو الی **قولہ** تو پھر کیا وجہ کہ معاملہ وفات میں بھی
تجیون میں اس کو الگ اور مستثنےٰ نہیں کرتے **نوٹ جوابی** ہم تو
حضرت مسیح کے کسی امر کو بھی لانظیر نہیں مانتے پھر اون کی پیدایش
کو کیونکر لانظیر مان سکتے ہیں۔ لاکھوں کیڑے بغیر تناسل کے پیدا ہو جاتے ہیں
حضرت اقدس نے تو اس شعر میں جو آپ نے ہی لکھا ہے اپنے نفس کو مسیح سے
زیادہ عجیب تر فرمایا ہے ؏ کرمکے بودم مرا کردی بشر
من عجب تر از مسیح بے پدر + **قولہ** لفظ بل کا فائدہ اس معنی سے
حاصل ہوتا ہے کہ قتل واقع نہیں ہوا بلکہ بجسدہ عنصری اوٹھا لیا۔

۹ حضرت مسیح سے مشابہت تامہ ہے اس لئے خداوند کریم نے مسیح کی پیشگوئی میں ابتدا سے اس عاجز کو

نوٹ جوابی محض غلط ہی بلکہ بل کا فائدہ بخطاب یہودیوں کے تب ہی حاصل ہوتا
ہی کہ یہہ معنی کیے جاویں کہ قتل بالصلیب یعنی لعنتی موت واقع نہیں ہوئی بلکہ رفع
الی اللہ یعنی قرب الٰہی اون کو حاصل ہوا۔ خصوصاً جبکہ توفی کے معنوں کا مولوی
صاحب کو اقرار ہی کہ موت ہی ہیں اور موت بھی موت طبعی تو پھر لفظ بل کے فائدہ
حاصل ہونے میں کیا کلام باقی رہا **قولہ** متوفی اسم فاعل کا صیغہ ہی اور اسم فاعل
کا صیغہ قرآن شریف میں اکثر جگہہ ایسا موجود ہے جس کا وقوع ابھی تک نہیں ہوا۔
نوٹ جوابی کون کہتا ہی کہ اسم فاعل زمانہ استقبال کے لئے نہیں آتا مگر یہاں تو آپ
کو یہہ مصیبت پڑی ہے کہ فلما توفیتنی صیغہ ماضی کا موجود ہے **قولہ** اموات
غیر احیاء میں اموات سے مراد محل موت ہے اور دائمی زندگی کا انکار ہی
کیونکہ احیاء حی کی جمع ہے۔ **نوٹ جوابی** سلمنا۔ لیکن مسیح جو آپ کے
نزدیک بھی محل موت تھا اوس پر حکم فلما توفیتنی کے موت وارد ہو چکی۔
قولہ حرف عطف تین ہیں و ف ثم و مطلق عطف کے واسطے
ہے ترتیب کے لئے نہیں ہوتی **نوٹ جوابی** کون کہتا ہے کہ حرف و
لزوماً ترتیب ہی کے لئے آتا ہے ہم تو یہہ کہتے ہیں کہ حرف و جمع ترتیبی کا
منافی نہیں ہے اور چونکہ قرآن مجید کا یہہ ایک اعجاز ہے کہ بسم اللہ سے الناس
تک ایسا مرتب اور موصل ہے کہ اوس میں کوئی کلمہ بحکم ولقد وصلنا لہم القول
لعلہم یذکرون کے بے محل اور بے موقع واقع نہیں ہوا اور اسی لیے آنحضرت صلعم
نے ابدؤا بما بدأ اللہ بہ ارشاد فرمایا ہے حالانکہ ان الصفا والمروۃ من
شعائر اللہ میں بھی واو ہی موجود ہے پس آپ اولاً افصح الفصحا آنحضرت صلعم
کے امر کو رد فرمایئے بعد اوس کے ہم سے خطاب کیجیے **قولہ** متوفیک بیچ
رکھنے کا فائدہ صرف تسلی ہے **اقول** اے حضرت تسلی تو تب ہی ہوتی ہی
کہ لعنتی موت سے اللہ تعالے اون کو بچا دیوے یعنی قتل بالصلیب واقع نہو
جو یہود کے نزدیک لعنتی موت ہے اور صرف موت طبعی کا حضرت عیسیٰ کو کیا خوف

ہو سکتا تھا کما قال اللہ تعالی فتمنوا الموت ان کنتم صادقین پس حضرت مسیح ع کو قتل بالصلیب یعنی لعنتی موت کا خوف تھا اس لئے اللہ تعالے نے وعدہ متوفیک فرماکر موت طبعی کے ساتھ تسلی بخشی اور آپ کو اس امر کا اقرار ہے کہ یہ وعدہ اوسوقت دیا گیا ہے کہ جب یہود قتل صلیبی کے لئے مستعد ہو گئے تھے قولہ فلما توفیتنی قیامت تک ہو رہے گا اقول العجب اے حضرت اس کی دو ہی صورتیں ہیں یا تو حضرت عیسے کی جان کنی قیامت تک ہوتی رہے گی جیسا کہ رفع الی اللہ اور تطہیر وغیرہ ونعوذ باللہ من ہذا الموت اور دوسری صورت یہ ہے کہ توفی کے بعد حیات ہو اور حیات کے بعد موت علی ہذا القیاس جیسا کہ فرمایا اللہ تعالے نے لایموت فیہا ولا یحیی ثم نعوذ باللہ منہ اور اگر آپ فرماویں کہ تیسری صورت یہ ہے کہ اون کی توفی ایک آن میں ہو جاوے گی تو پھر اوس کو الی یوم القیامۃ کیساتھ مقید کرنیکی کیا ضرورت ہے اور پھر عرض ہے کہ فلما توفیتنی میں تو صیغہ ماضی کا موجود ہے اوس میں کہاں قیامت تک کا ذکر ہے قولہ حضرت مسیح کو چونکہ اونکی شفاعت کرنی تھی اس لئے اون کی شرارت کا ذکر نہیں کیا اقول محض غلط ہے کیونکہ خود حضرت مسیح نے اللہ تعالے کے مطالبہ کے جواب میں یہ عرض کیا ہے کہ سبحٰنک ما یکون لی ان اقول ما لیس لی بحق اور نیز اللہ تعالی کے مطالبہ اتخذونی وامی الٰہین من دون اللہ میں بھی اون کی شرارت کا ذکر ہے اللہ تعالی جس امر کو مسیح ع کے خطاب میں ظاہر فرمائے وہ اوس کو کیونکر چھپا سکتے ہیں اور شفاعت کی علت فانک انت العزیز الحکیم میں مذکور ہے قولہ یاتی من بعدی اسمہ احمد بعد بمعنی موت نہیں آتا اقول بعد اگرچہ بمعنی ہلاک بھی آتا ہے دیکھو مختار الصحاح وغیرہ کو لیکن قطع نظر اس کے ہمارے مضمون میں بہت کثرت کے ساتھ شواہد گذر چکے ہیں کہ کسی کے بعد سے مراد محاورہ عرب میں بعد موت ہوا کرتی ہے اور ما نحن فیہ میں جبکہ حضرت عیسی ع کی وفات بحکم فلما توفیتنی کے ثابت ہو چکی تو پھر بعدی سے مراد سوائے بعد موت کے اور کیا ہو سکتی ہے خصوصاً جبکہ رسولا الی بنی اسرائیل کا بھی لحاظ کیا جاوے

قولہٗ قد خلت من قبلہ الرسل میں الف لام اگر استغراق کا ہو تو نعوذ باللہ آنحضرت صلعم بھی اُسوقت موت پاچکے تھے اقول ایہا الناظرون یہہ ہی تبحر علمی مولوی ثناء اللہ صاحب کا اللہ تعالی تو فرماتا ہی کہ آنحضرت صلعم سے پہلے جتنے رسول تھے وہ سب وفات پاچکا اور مولوی ثناء اللہ صاحب اصلاحًا فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلعم کی حیات کے وقت تک سب رسول وفات پاچکے۔ لفظ من قبلہ الرسل کو قرآنمجید سے اوڑا دیا اور اوسکی جگہہ فی وقت حیاتہٖ بنا دیا صدق اللہ تعالی یحرفون الکلم عن مواضعہ

قولہٗ الرسل قضیہ ... کبھی کلیہ اور کبھی جزئیہ۔ مسیح کے ساتھ کلیہ ہے اور اس جگہہ جزئیہ اقول اے حضرت الرسل میں الف لام استغراق کا اگر آپ مان چکے ہیں پھر اس کے کیا معنی کہ مسیح کے ساتھ کلیہ ہی اور آنحضرت صلعم کے ساتھ جزئیہ جبکہ الرسل میں الف لام استغراق کا یعنی سور کلیہ کا موجود ہی تو وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل میں جزئیہ کس طرح ہوسکتا ہے قولہٗ ترتیب طبعی وضعی کا جھگڑا فضول ہے اس جگہہ توفی میں لازم نہیں ہی اقول ہم تو کلام بلاغت نظام قرآن مجید میں بغیر کسی حکمت بالغہ اور مصلحت کاملہ کے لازم سمجھتے ہیں ولقد وصلنا لہم القول لعلہم یتذکرون کیونکہ ترتیب وضعی کا موافق ترتیب طبعی کے ہونا ایک معجزہ ہی جیسا کہ نبی کریم صلعم نے اس طرف اشارہ فرمایا ہے فابدؤا بما بدء اللہ بہ ہاں ہم اس امر کو تسلیم کرتے ہیں کہ بوجہ کسی مصلحت کاملہ اور حکمت بالغہ کے تقدیم و تاخیر بھی ہوسکتی ہے کیونکہ وہ حکمت باعث ایک دوسرے اعتبار کا ہوجاتی ہی دیکھو تفسیر اس کی ہماری کتاب شمس بازغہ میں غرضکہ اور بھی بہت سے قول آپ کے مضمون میں تھے جنکا جواب مفصلا ہم اپنے رسائل اور کتب مشہورہ میں دیچکے ہیں یہاں پر نمونہ فصاحت بیانی اور کچھہ نمونہ تبحر علمی شاگرد اور استاد دونوں کا اسلئے شائع کیا ہی کہ شاید یہی اشاعت مولوی صاحب اور اون کے استاد اور دیگر علما کو جنھوں نے مولویصاحب کے مضمون کی بڑی داد دی ہے اس امر کی محرک ہوجاوے کہ ہمارے مضمون کی ہر ایک دلیل بینہ کو منقوض کرکے حضرت عیسی کی حیات ثابتہ کو ثابت کریں

کیونکہ ابتو اونکو اس کہنے کی بھی گنجایش ملگئی ہی کہ میں نے یوں نہیں کہا تھا وو یوں کہا تہا اور ووں نہیں کہا تہا یوں کہا تھا۔ اب اسکے جواب دینے کا زیادہ تر استحقاق مولوی احمد حسن صاحبکو ہی کیونکہ مولوی احمد حسن صاحب نے تحریری درخواست کی تہی جسکی عبارت بلفظہ یہہ ہی بسم اللہ تشریف لائیے میں آپکا مخالف ہوں کہ آپ مسیح موعود نہیں ورنہ ہو سکتے ہیں آپ اپنے مسیح موعود ہونیکا دعوی کرتے ہیں میں بنام خدا مستعد ہوں خواہ مناظرہ کیجئے خواہ مباہلہ آپ اپنے اس دعوے کا احادیث صحیحہ معتبرہ اور قرآن پاک سے ثبوت دیجیے اور میں انشاء اللہ تعالے اس دعوے کی قرآن اور احادیث صحیحہ سے تردید کرونگا والسلام علی من اتبع الہدے راقم خادم الطلبہ حقر الزمن احمد حسن غفرلہ مدرس مدرسہ عربیہ امروہہ۔ یہہ رقعہ بجنسہ ہمارے پاس موجود ہے جو چاہے اس کو دیکھ لیوے تو اب مباہلہ سے تو اتمام حجت واقع ہو چکا کہ مولوی صاحب ممدوح کے خود گہر میں ایک زوجہ ایک نواسہ اور ایک نواسی کی تین موتیں متواتر طاعون سے بعد اس مباہلہ کے واقع ہو چکیں عبرت! عبرت! دیکھو اشتہار موسومہ اللہ اکبر نشان عظیم الشان کو جو تمام امروہہ وغیرہ بلاد میں ہماری طرف سے شائع ہو چکا ہے اب صرف مناظرہ باقی ہے پس بموجب آپ کے اس اقرار اور اس درخواست کے آپ پر لازم ہے کہ ہمارے ان دلائل قرآنیہ یقینیہ کا نقض کر کے حیات جسمانی عیسی علیہ السلام کی ثابت کردیوں سے

ساقی باقی جو کچھ ہو دیدے ✻ باقی تا قی جو کچھ ہو سے لے۔

مگر مجیب پر یہہ ضروری امر ہے کہ اپنے جواب میں خواہ اس مضمون کا جواب ہو یا آیندہ ہمارے نوٹوں کا جواب ہو وو امور نکا لحاظ ضروری ہی اور پہر ضروری ہی اول تو ہمارے دلائل کو متوقف کر لیں اور اونکا فساد بین دکھلاویں بعد اسکے حضرت عیسی کی حیات وغیرہ آیات بینات اور نصوص احادیث صحیحہ سے ثابت کریں نہ اقوال مفسرین و خیالات علماء سابقین کہ حجت نہونگے کیونکہ یہہ ایک پیشینگوئی تہی جو کماہی قبل از وقوع منکشف نہوئی تھی مگر اب بعد از وقوع منکشف ہو گئی ہے اور تمام قرآنی آیات اور احادیث صحیحہ کی توفیق و تطبیق ہمارے رسائل میں موجود ہے۔

ان شاء فلیرجع الیہا سید محمد احسن عفی عنہ امروہی ۱۶ جون ۱۹۰۵ عیسوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً و مصلیاً

بحث نبوت جزوی تابع نبوت کلی جو مباحثہ رامپور کی تقریب میں بطور نوٹ کے لکھی تھی

ایہا الاحباب اس مسئلہ نبوت کے سبب بھی حضرت اقدس اور آپ کی جماعت کی تکفیر بلا تدبر اور غور کرنے کی ادلہ شرعیہ میں کی گئی ہے ہم آج کے روز بحولہ وقوتہ تعالےٰ قرآن مجید اور سنت صحیحہ کے ساتھ اس مسئلہ میں گفتگو کرتے ہیں فہلم و یحکم نحاکمکم + الی النصین من وحی ومن قران + کفرتم واللہ من شہد الرسو + ل بانہ حقا علی الایمان + قال اللہ تعالےٰ ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولٰکن رسول اللہ و خاتم النبیین وکان اللہ بکل شئ علیما اوّلاً یہ امر بخوبی ذہن نشین رہے کہ یہ آیت مقام مدح وثنا میں ہے نہ مقام مذمت میں نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ منہ پس اس آیت کے معنی یا مراد الٰہی مقام مدح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں وہ تو نہیں ہو سکتے جو عوام مفسرین میں مشہور ہے کہ بعد بعثت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیضان کارخانہ نبوت کا ایسا بند ہو گیا کہ آپ کے اتباع کامل اور پوری پیروی قرآن مجید سے کسی کو نعمت الہام اور دولت وحی کی حاصل ہو ہی نہیں سکتی اگرچہ تائید اسلام کے لئے سخت ضرورت بھی واقع ہو کیونکہ بغیر الہام اور وحی کے صرف علوم ظاہریہ سے کوئی پورا فیصلہ مخالف پر نہیں ہو سکتا اور نہ کسی کا ایمان ترقی پا کر درجہ عرفان اور احسان تک پہونچ سکتا ہے مثل مشہور ہے کہ من لم یذق لم یدر. قال اللہ تعالےٰ من کان فی ھذہ اعمی فھو فی الاخرۃ اعمی اور نیز ان معنی سے حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی امت کی تنقیص بھی لازم آتی ہے حالانکہ امت کے لئے توکنتم خیر امۃ وارد ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے خود حضرت موسیٰ کا اقرار

حدیث معراج میں آپ کی رفیع الدرجات ہونے کے لئے صادر ہے مصدق قال اللہ تعالے ومنهم من کلم اللہ تلك الرسل فضلنا بعضهم على بعض وجہ تنقیص کی یہ ہے کہ حضرت موسیٰ اور ان کی کتاب توریت تو ایسی کامل اور مکمل ہوئی کہ اون کے اتباع سے صدہا انبیا بنی اسرائیل میں پیدا ہوئے جن کے آخری نبی حضرت عیسیٰ ہیں۔ اور بلکہ حضرت عیسیٰ کے اتباع سے بھی اون کے متبعین اور حواریئں کو الہام اور وحی ہوتا رہا لیکن حضرت کی امت خیرالامم میں یہ کارخانہ فیضان نبوت کا بالکل بند ہوگیا تلك اذا قسمة ضیزیٰ شواہد قال اللہ تعالے واوحیت الی الحواریین الآیہ واوحینا الی ام موسیٰ ان ارضعیه فاذا خفت علیه فالقیه فی الیم ولاتخافی ولاتحزنی انا رادوه الیك وجاعلوه من المرسلین ایضاً فارسلنا الیها روحنا فتمثل لها بشرا سویا قالت انی اعوذ بالرحمٰن منك ان کنت تقیا قال انما انا رسول ربك لاهب لك غلاما زکیا قالت انی یکون لی غلام ولم یمسسنی بشر ولم اك بغیا قال کذلك قال ربك هو علی هین ولنجعله ایته للناس ورحمة منا وکان امرا مقضیا الآیہ اب ملاحظہ فرمایا جاوے کہ یہ وحی کس قدر طویل الذیل ہے کہ جو ایک عورت پاکدامن مریم صدیقہ کو ہوئی ہے ایضاً واذ قالت الملائکة یا مریم ان اللہ اصطفاك وطهرك واصطفاك علی نساء العالمین۔ ایضاً یا مریم اقنتی لربك واسجدی وارکعی مع الراکعین۔ ایضاً اذ قالت الملائکة ان اللہ یبشرك بکلمة منه اسمه المسیح عیسی بن مریم اور پھر دیکھو حضرت موسیٰ کی والدہ کی وحی کو واوحینا الی امك ما یوحی ان اقذفیه فی التابوت فاقذفیه فی الیم فلیلقه الیم بالساحل یاخذه عدو لی وعدو له وغیر ذلك من الآیات الکثیرة پھر عام طور پر ہر ایک

مومن کامل کے لیے ارشاد فرمایا گیا ہے ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیہم الملائکۃ ان لا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون نحن اولیاءکم فی الحیوۃ الدنیا وفی الاخرۃ وغیر ذالک من الایات اب بعد اس کے ارشاد فرمائی کہ جبکہ پہلی امتوں کی عورتوں کو بھی اس کثرت کے ساتھ الہام اور وحی ہوئی اور عام طور پر بھی آخری آیت میں نزول ملائکہ اور اون کے لیے ولی ہونا اور مومنین کے لیے حیات دنیا میں مدد کرنا ارشاد فرمایا گیا تو کیا اس سے یہ امر ثابت نہیں ہوتا کہ امت محمدیہ میں بھی افراد کاملین مومنین کے مورد وحی والہام ہوسکتے ہیں خصوصاً عند الضرورت پس بالمعنی کیسا نقص لازم آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو سراج منیر ہیں صرف کامل تو ہیں مگر افسوس کہ مکمل نہیں باوجودیکہ خود امت محمدیہ بخطاب الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا مخاطب ہوچکی ہے پس اگر نعمت الہام اور وحی کی امت محمدیہ کے کسی فرد کے لیے بھی حاصل نہیں تو پھر اتمام نعمت کیونکر ہوا جو اصل نعمت اور سب نعمتوں سے افضل تھی باوجودیکہ پہلی امتوں کو وہ نعمت بکثرت دی گئی تھی اوس سے تو وہ محروم ہی رہے تلک اذا قسمۃ ضیزی پس جبکہ یہ معنی آیت مذکورہ کے فاسد ہوئے تو پھر اس آیت کے وہ معنی ہونے چاہئیں جن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ثنا اور مدح پیدا ہووے پس اب وہ معنی اور مراد خاتم النبیین کے بیان کرنے باقی رہے کہ وہ کیا ہیں؟ وہ یہ ہیں کہ آپ کی بعثت کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آسکتا کہ کوئی نیا حکم شریعت کا ایسا لاوے جو کتاب اللہ اور سنت صحیحہ میں موجود نہو یا نعوذ باللہ کسی حکم منصوص اسلامی کو منسوخ کردے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کمالات نبوت کے انتہائی نقطہ پر پہنچے ہوئے ہیں کہ جملہ کمالات نبوت کے آپ پر ختم ہوچکے ہیں اور کوئی کمال نبوت کا خواہ بنفس خود درجہ کمالیت کا رکھتا ہو یا درجہ تکمیل کا وہ

سب آپ کو حاصل ہیں۔ اور ان معنی اور مراد کے لئے خود آیت کے الفاظ اور نیز سیاق وسباق آیت میں اشارات بیان فرمائے گئے ہیں جنکا بیان مختصر یہہ ہے کہ جب فرمایا گیا کہ ما کان محمد ابا احد من رجالکم تو اس سے یہہ ایک شبہ پیدا ہوا کہ آپ کو کسی طرح کی ابوت حاصل نہیں ہے نہ ابوت جسمانی اور نہ ابوت روحانی اس شبہ کا استدراک اور ازالہ ضروری تھا جو بلفظ لاکن اس شبہ کو دفع فرما گیا کیونکہ لفظ لاکن استدراک کے لئے آتا ہے دیکھو قاموس وغیرہ کو ورنہ لفظ لاکن کا نعوذ باللہ لغو ہو جاوے گا اور پھر ماقبل لاکن کو مابعد لاکن سے کوئی ربط ہی باقی نہ رہیگا جو کلام بلاغت نظام قرآن مجید میں ایسی بے ربطی بہت بعید ہے پس فرمایا گیا کہ اگرچہ ابوت جسمانی آپ کو حاصل نہیں مگر ابوت روحانی آپ کو حاصل ہے کما قال تعالیٰ ولاکن رسول اللہ کیونکہ ابوت روحانی یوں پیدا ہوتی ہے کہ رسول اور نبی امت کا مثل باپ کے ہوتا ہے یعنی جس طرح سے باپ اپنی اولاد کی تربیت دینی اور دنیوی کرتا ہے رسول اور نبی اُس سے بڑھکر ہر طرح کی نصح اور تربیت باہمہ تن متوجہ ہوکر فرماتا رہتا ہے حتی کہ لعلک باخع نفسک ان لا یکونوا مومنین آپ کے لئے ارشاد فرمایا گیا ہاں ناخلف لوگ اگر اُس تربیت سے متاثر نہ ہوویں تو نہوویں لیکن اولاد صالح جو اولاد روحانی ہیں اپنے ایسے باپ رحیم وکریم کی تربیت سے بخوبی اثر پذیر ہوتے رہتے ہیں مگر اب بھی ایک اور وہم باقی رہتا ہے کہ جسقدر رسل اور انبیاء سابقین گذرے ہیں اس صفت ابوت کذائی میں سب کے سب آپ کی شریک ہیں اون کی اولاد روحانی کو بھی یہہ فیوض بسبب اتباع اور پیروی اُن کی کے حاصل ہوئے ہیں پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو انبیائے سابقین سے بڑھکر کونسی فضیلت مابہ الامتیاز حاصل ہے۔ اس لئے بعد ولاکن رسول اللہ کے لفظ خاتم النبیین کا ارشاد فرماکر اس وہم کو دفع کیا گیا

کہ آپ انبیائے سے بڑھکر ہیں کیونکہ آپ خاتم النبیئین ہیں لعنی تمام کمالات
جملہ انبیاء سابقین کے آپ کو حاصل ہیں بخلاف فرادی فرادی دیگر انبیا کے
ے حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری * آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری - اور
اگر برعکس اس کے یہہ معنی مراد الٰہی ہوتے کہ آپ کی اولاد معنوی کارخانہ
فیضان نبوت سے بالکل محروم ہی رہیگی تو پھر نہ ابوت جسمانی آپ کو حاصل
ہوتی اور نہ ابوت روحانی تو نعوذ باللہ منہ پھر تو مخالفین کا مقولہ اور طعن ہی
صحیح ہو جاتا جو آپ کو ابتر کہا تھا ثم نعوذ باللہ منہ اور اندریں صورت
لفظ لاکن کا بھی لغو ہوا جاتا ہے جس کے لانے سے کوئی ربط اوس کے
ماقبل کا اوس کے مابعد سے باقی نہیں رہتا و تعالیٰ شان کلامہ عن ذلک علواً
کبیرا - اب آگے اس اولاد معنوی کا ہونا اور کتاب اللہ و سنت نبوی کا
ایسا کامل ہونا کہ جسقدر ضرورتیں قیامت تک پیش آویں گی وہ سب کی سب
اوس میں موجود ہیں - یوں بیان فرمایا جاتا ہے وکان اللہ بکل شیء علیما
یعنی اوس علیم و خبیر نے قیامت تک کی تمام ضرورتوں کو لحاظ رکھکر ایسا انتظام
فرمادیا ہے کہ کتاب اللہ ایسی کامل کتاب اوتاری ہے کہ بذریعہ الہامات اور
کشوف کے اسی کتاب اللہ میں سے جو سنت نبویہ کی امداد سے تمام ضرورتوں
کے احکام قیامت تک اولاد روحانی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کی استخراج کرتی رہے گی جدید نبی شارع شریعت کے آنے کی کوئی
ضرورت باقی نہیں رہی قال اللہ تعالیٰ و نزلنا علیک الکتاب تبیاناً
لکل شیء والخیر کلہ فی القران کما فی الالہام اور علاوہ
احکام شرعیہ کے جو دوسری ضرورتیں بھی بمقابل مخالفین معاندین اسلام کے پیش
آویں گی وہ بھی اوسی اولاد معنوی سے بذریعہ الہام اور مکاشفات کے حل ہوتی
رہیں گی اور غلبہ دین اسلام کا تمام ادیان باطلہ پر بحکم لیظہرہ علی الدین کلہ
کے وقتاً فوقتاً حاصل ہوتا رہے گا پس آیت ولاکن رسول اللہ و

خاتم النبیین اس معنی کی رو سے جس سے ہر ایک کلمہ کا ربط باہم ایسا ہوگیا جو مقتضا کلام معجز نظام اعجاز التیام کا تھا عین مؤید اسی معنی کا ہے کہ آپ کے اتباع کی برکت سے اولاد معنوی اور روحانی مورد الہام و وحی ہوگی اور ہے کیونکہ اولاد تو وہی ہوتی ہے جس کو اپنے مورث اعلیٰ کے کارخانہ سے کچھ حصہ پہنچا ہو نہ کہ وہ کہ بالکل محروم الارث ہو پس اس بیان سے ثابت ہوا کہ جس طرح پر آپ کامل ہوئے ہیں درجہ کمال کو پہنچے ہوئے ہیں ویسا ہی درجہ تکمیل میں بھی سب انبیا سے بڑھکر ہیں وہو المدعا یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلسلہ مراتب کمال نبوت کا ختم کر لیا ہے اور سلسلہ مراتب تکمیل کا بھی ختم کر لیا ہے اس معنی سے آپ خاتم النبیین ہوئے۔ اور اب ہم کو اس بحث میں پڑنے کی کچھ ضرورت نہیں رہی کہ لفظ خاتم بکسر تا بھی قرات میں وارد ہے کیونکہ خاتم بفتح تا معنی ما یختم بہ کے ہے اور لفظ خاتم بمعنی ختم کرنیوالے کے آتا ہے اور ماحصل دونوں لفظوں کا بموجب ہمارے بیان مذکورہ کے متحد ہے متغائر نہیں ہے اور حدیث متفق علیہ جس کے الفاظ یہاں پر بخاری شریف سے ہی لکھے جاتے ہیں وہ بھی اسی مراد کے لئے مؤید ہے کہ کوئی نبی شارع ہوکر بعد آپ کی بعثت کے نہیں آسکتا ہاں کوئی نبی جزوی تابع اور پیرو ہوکر بھی نہ آوے حدیث یہ ہے عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال ان مثلی ومثل الانبیاء من قبلی کمثل رجل بنا بیتا فاحسنہ واجملہ الا موضع لبنۃ من زاویۃ فجعل الناس یطوفون بہ ویتعجبون لہ ویقولون ھلا وضعت ھذہ اللبنۃ قال فانا اللبنۃ وانا خاتم النبیین دیگر روایات اس حدیث صحیحہ میں اور الفاظ بھی وارد ہوئے ہیں مثلی ومثل الانبیاء کمثل قصر احسن بنیانہ ترک منہ موضع لبنۃ فطاف بہ النظار

یتعجبون من حسن بنیانه الا موضع تلك اللبنة فکنت انا سددت موضع اللبنة ختم به البنیان وختم بی الرسل متفق علیه پس اب واضح ہو کہ ہمارے دو دعوے ہیں اوّل تو یہ کہ بعد بعثت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کوئی نبی شارع ہو کر قیامت تک نہیں آوے گا دوسرا دعوی یہ کہ بذریعہ اتباع آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے تائید دین اسلام کی عند الضرورت نبی جزوی تابع نبوت کلیہ کے طفیلی ہو کر آسکتا ہے کما مر اور جسکا ثبوت بیں آگے بھی آتا ہے اب حدیث بیان کی جاتی ہے یہ تو ظاہر ہے کہ حدیث بالا میں جو تشبیہ اور تمثیل ہے اوس سے یہ تو مراد ہے ہی نہیں کہ تمام انبیاے ماضین کی جملہ نعشہای مبارک کی تشبیہ ساتھ بیت یا بنیان کے دیگئی ہو کیونکہ یہ ایک مہمل اور بے معنی بات ہے کہ شان بلاغت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بالکل خلاف ہے بلکہ کوئی لغو گو بھی ایسی بات نہیں کہہ سکتا پس یہاں پر جو تشبیہ ہے اوس کا ماحصل یہ ہے کہ جملہ انبیاء اور رسل کے شرائع اور علوم مشبہ ہیں جو ایک امر معنوی اور معقول ہے اور بنیان جو ایک امر خارجی محسوس ہے مشبہ بہ ہے اور چونکہ عادت اللہ اور عادت انبیاء علیہم السلام کی یہ ہے کہ امر معقول کو امر محسوس کیساتھ تشبیہ دیکر سمجھایا کرتے ہیں لہذا حضرت افصح الفصحا نے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیا اور تین سو تیرہ رسل کے علوم اور شرائع کو ایک قصر یا بیت یا بنیان کے ساتھ تشبیہ دی ہے پس بنیان مشبہ بہ ہوا اور جو اس بنیان میں کسیقدر نقصان تھا اوسکی درستی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت نے کردی یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے وہ کامل اور مکمل ہو گیا اب وہ قصر مکمل کیا ہے وہ قرآن مجید اور مجموعہ احادیث صحیحہ کا ہے وہ ایسا کامل اور مکمل ہے کہ اب اوس میں نہ گنجایش کمی کی رہی اور نہ گنجایش زیادتی کی کیونکہ اگر کمی کیجاوے تو پھر وہ ناقص رہجاویگا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کا نتیجہ کیا ہوا

جو فانا اللبنة وختم بی الرسل ارشاد فرمایا گیا ہے اور اگر کچھ زیادتی کیجاوے
تو قبل اس زیادت کے کامل ومکمل ہوا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت
سے وہ تکمیل ہوئی ہے ہذا خلف پس حاصل مطلب یہ ہوا کہ کوئی نبی شارع ہوکر اب
نہیں آسکتا اور ثبوت دوسرے دعوے کا یہ ہے کہ چونکہ یہ قضیہ مسلمہ ہے کہ الشئ
اذا ثبت ثبت بلوازمہ لہذا اوس قصر وبنیان میں آفات ارضی وسماوی سے
کچھ شکست وریخت کا ہونا بھی اُس کے لوازم سے ہے تو بحکم انا نحن نزلنا الذکر
وانا لہ لحافظون کے اُسکی اصلاح وتجدید کیلئے کوئی ایسا معمار مظہر خداوندی
بھی مبعوث ہونا ضروری ہے کہ اوس کی درستی کردیوے اور ایسا معمار بجز اس
شخص کے جو اللہ تعالیٰ کیطرف سے ماموراور مبعوث ہوکر آیا ہو اور اوس کو
حربہائے آسمانی دئے گئے ہوں جس کو دوسرے لفظوں میں نبی جزوی ہم کہتے
ہیں یعنی جس کو کہ کثرت سے الہامات اور مکالمات ہوتے ہوں اور کوئی نہیں
ہوسکتا لہذا ثبوت دوسرے دعوے کا بھی ہوگیا اور خود ان الفاظ حدیث سے
جو ختم بہ البنیان وختم بی الرسل ہیں معنی مراد لفظ خاتم النبیین سے
اہل بصیرت پر روشن ہوگئے اور مراد الہی واضح ہوگئی کہ مراد خاتم النبیین سے
یہی ہے کہ آپ انتہا درجہ پر کمالات نبوت کے پہنچے ہوئے ہیں نہ یہ کہ آپکا
فیضان نبوت کسی فرد کو افراد امت میں سے ہرگز نہیں پہونچ سکتا جس سے
مفاسد مذکورۂ بالا لازم آتے ہیں - جو معنی خاتم النبیین کے ہم نے بیان
کئے ہیں ہمارے ایک دوست نے بعد اس مضمون کی تحریر کے مولوی محمد قاسم
صاحب نانوتوی کا رسالہ مصنفہ مسمی تحذیر الناس پیش کیا جس میں اونہوں نے
بڑے زور وشور کے ساتھ خاتم النبیین کے یہی معنی جو ہم نے لکھے ہیں ثابت
کئے ہیں لہذا چند عبارتیں ہم اون کے رسالہ سے بھی لکھے دیتے ہیں اب مولوی
احمد حسن صاحب مدرس امروہوی کو اختیار ہے کہ اون کی بھی تکفیر کریں یا تصدیق
وتصویب فرمادیں اور ناظرین پر واضح ہو کہ مولوی احمد حسن صاحب مولوی محمد قاسم

صاحب مرحوم کے شاگرد رشید ہیں بلکہ اونہیں کی ذات بابرکات سے جملہ فیوض
علمی اور تمام فتوحات دنیوی کو حاصل کیا ہے کیونکہ مدرسہ امروہہ محلہ پانوا ڑی کا
اونہیں مرحوم نے قایم کیا تھا اور مولوی صاحب ونہیں کے مقرر کردہ ابتدا سے
آج تک اوسی مدرسہ کے مدرس اعلی باخذ تنخواہ رہے ہیں اور قوت لایموت
کو آجتک اوسی ذریعہ سے حاصل کرتے رہے ہیں مگر مجھکو اغلب تو یہی معلوم
ہوتا ہے کہ مولوی صاحب مرحوم کو بھی اپنے طعنوں کا نشانہ ہی بناویں گے

کس نیاموخت علم تیر از من   کہ مرا عاقبت نشانہ نکرد

خیر اختیار بدست مختار تحذیر الناس میں صفحہ ۱۴ سطرہ سے مولوی صاحب مرحوم لکھتے ہیں
اطلاق خاتم اسبات کو مقتضی ہے کہ تمام انبیار کا سلسلہ نبوت آپ پر ختم ہوتا
ہے جیسے انبیاے گذشتہ کا وصف نبوت میں حسب تقریر مسطور اس لفظ سے
آپ کیطرف محتاج ہونا ثابت ہوتا ہے اور آپکا اس وصف میں کسی کیطرف
محتاج نہونا اس میں انبیاے گذشتہ ہوں یا کوئی اور اسی طرح اگر فرض کیجے
کہ آپکے زمانہ میں بھی اس زمین میں یا کسی اور زمین میں یا آسمان میں کوئی نبی ہو تو
وہ بھی اس وصف نبوت میں آپ ہی کا محتاج ہوگا الخ اور صفحہ ۲۰ سطر ششم میں
لکھتے ہیں۔ بلکہ اس صورت میں فقط انبیار کی افراد خارجی ہی پر آپ کی افضلیت
ثابت ہو جاے گی بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر
بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئیگا چہ جائیکہ آپ کے معاصر کسی اور زمین
میں یا فرض کیجے اسی زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جاے۔ بروز محمدی صلعم
کی نسبت مولوی صاحب مرحوم ایک شبہ کے جواب میں صفحہ ۳۴ میں لکھتے
ہیں۔ اس صورت میں اگر اصل وظل میں تساوی بھی ہو تو کچھ حرج نہیں کیونکہ
افضلیت بوجہ اصلیت پھر بھی ادھر ہی رہیگی۔ اور اون معنوں کی رو سے
جو آنحضرت صلعم کی وہ قدر و عظمت بڑھ جاتی ہے جو لفظ خاتم النبیین سے مراد
الہی ہے اور جو معنی مراد الہی ہے کے منکرین کو خطاب کرکے آنحضرت مرحوم لکھتے ہیں

[illegible] افضلیت

دیکھو صفحہ ۳۶ سطر ۸ کو خلاصہ مکنون خاطر منکرین اس صورت میں یہہ ہوگا کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اتنا عظیم الشان مت سمجھو کافر ہو جاؤ گے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے اتنی محبت نکرو دیکھو سنی نہ رہو گے سو اگر یہی کفر و اسلام
اور یہی بدعت و سنت ہے تو اس اسلام سے کفر بہتر ہے اور سنت سے بدعت
افضل ہے امام شافعی نے اون لوگوں کے مقابلہ میں جو محبت اہلبیت کو بوجہ
غلو رفض سمجھتے تھے یوں فرمایا تھا ؎ ان کان رفضا حب آل محمد فلیشہد
الثقلان انی رافض ہم ان صاحبوں کے مقابلہ میں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کی ازدیاد قدر سے کہ اون کے خیال سے سارت گنی ہو جاوے یہہ برا مانتے
ہیں کہ قائلین ازدیاد قدر کو کافر یا خارج از مذہب اہل سنت سمجھتے ہیں اس شعر
کو بدل کر یوں پڑھتے ہیں ؎ ان کان کفرا حب قدر محمد ٭ فلیشہد الثقلان
انی کافر انتہے اس رسالہ کے آخر میں علماے لکھنؤ و دیوبند و سہارنپور و گنگوہ و
الہ آباد و آگرہ و سورت نے بھی تصویب و تصدیق کی ہے چنانچہ ابو الحسنات
محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی وحفظہ عن موجبات الغی اور مولوی ابو الحیا
محمد نعیم غفر اللہ العلی الرب الحکیم اور ابو الجیش محمد مہدی عفا عنہ الہادی وغیرہم
ہیں جنکی مواہیر آخر رسالہ پر ثبت ہیں اب مولوی محمد حسن صاحب کو لازم ہے
کہ اول اس رسالہ مصنفہ اپنے اوستاد کا رد لکھکر شائع کریں تب ہمارے
اس مضمون کے جواب لکھنے میں قلم کو اوٹھاویں. وانی لہ ذلک **الحاصل**
اہل بصیرت پر اس بیان سے واضح ہوا ہو گا کہ خاتم النبیین کی ان معنوں سے
کسقدر آنحضرت صلعم کی عظمت و شان ثابت ہوتی ہے کہ جملہ انبیاے ماضین
و آخرین آپ کے طفیلی رہے پس اس میں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی
بڑی عظمت شان ثابت ہوتی ہے آپ مثل شمس کے ہوتے ہیں اور ماموریں
او مبعوثین افراد امت کے مثل چاند اور ستاروں کے ہیں جو آپ کے نور سے
فیضیاب ہوتے ہیں پس بموجب اس درایت کے وہ روایت بھی درست ہوگی

کہ اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم سید عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ
ارشاد فرماتے ہیں ؎ افلت شموس الاولین وشمسنا ۔ ابدا علی افق العلی
لاتغرب ۔ اور حضرت اقدس فرماتے ہیں ؎

دگر استاد را نامے ندانم　　　کہ خواندم در دبستان محمدؐ

تنبیہہ لفظ رسول اور نبی کے معنوں میں علمار کرام کا بہت اختلاف ہے مگر ان
اقوال مختلفہ میں سے اگر ہم اوس قول کو اختیار کریں جو تفسیر کبیر میں بھی لکھا ہوا ہے
تو کونسا محذور لازم آتا ہے اور وہ قول یہ ہے کہ ان الرسول من الانبیاء من
جمع الی المعجزۃ الکتاب المنزل علیہ والنبی غیر الرسول من لم ینزل علیہ
کتاب وانما امران یدعوالی کتاب من قبلہ جلد ششم صفحہ ۹۲ ۔ پس اگر ثابت
ہو جاوے کہ ان معنوں کے اعتبار سے حضرت مسیح موعود نبی ہوں اور رسول نہوں
اور جس جگہہ پر لفظ رسول بھی مستعمل ہوا ہے اوس سے مراد بھی یہی معنی ہیں تو پھر یہ
کیا اعتراض وارد ہو سکتا ہے ؎ من نیستم رسول و نیاوردہ ام کتاب ۔ ہاں ملہم استم و
زخداوند منذرم ۔ پھر آیت استخلاف بھی اس امر کے لئے ایک دلیل بین ہے
کیونکہ اول تو اوسمیں لفظ کما کا موجود ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ استخلاف
سلسلہ محمدیہ کا مانند استخلاف سلسلہ موسویہ کے واقع ہوگا اور ظاہر ہے کہ مثل
سلسلہ موسویہ کے سلسلہ محمدیہ کے درمیان میں بھی اکثر مامورین اور ملہمین ہو گذرے ہیں
گو اونہوں نے بسبب عدم ضرورت کے دعوے نبوت جزوی نہیں کیا لیکن
جبکہ اس زمانہ آخری میں فیضان نبوت آنحضرت صلعم کا بالکل مفقود اور معدوم
ہو گیا لہذا اب اوس کے اظہار کی ضرورت واقع ہوئی جیسا کہ مسیح موعود
کی بنسبت احادیث صحیحہ میں لفظ نبی کا متعدد جگہہ پر وارد ہوا ہے اور فی الحقیقت
تمکین دین پسندیدہ الہی کی جسکا وعدہ آیت استخلاف میں ہے بغیر الہامات اور
کشوف کے کیونکر حاصل ہو سکتا ہے خود نفس انسان کو بھی درجہ عرفان اور حق الیقین کا حاصل
نہیں ہو سکتا اور سلسلہ موسویہ کے درمیان وسط کو اگر ہم ملحوظ بھی نہ کریں کیونکہ

کیونکہ تشبیہ کے لئے کسیقدر مغائرت بھی چاہیئے تو آخر سلسلہ میں تو ضرور ماننا پڑیگا کہ مثل سلسلہ استخلاف موسوی کے کوئی مامور من اللہ اس زمانہ آخری میں مبعوث ہووے جو تخمیناً قریب قریب وسط زمانہ کے ہو جس میں حضرت عیسیٰ سلسلہ استخلاف حضرت موسیٰ میں مبعوث ہوئے تھے تاکہ لفظ کما کا بالکل عبث نہو جاوے ثانیاً اہل اسلام میں فرقہ اہل تشیع بھی حضرت امام مہدیؑ کے منتظر ہیں اور آیت استخلاف کا مصداق امام منتظر کو اعتقاد رکھتے ہیں اونکو تو علاوہ درجہ نبوت کے علم ماکان ومایکون کا بھی حاصل ہوگا پس پھر کیا بعید ہے کہ اس امت میں کوئی مامور من اللہ ایسا مبعوث ہووے جس کو کثرت سے الہامات و کشوف واسطے تائید دین اسلام کے حاصل ہویں اور کثرت کیساتھ وہ مامور من اللہ مورد الہامات کثیرہ کا ہووے اور اسی کا نام دوسرے لفظوں میں نبوت جزوی ہے لاغیر پس آیت استخلاف سے بھی نبوت جزوی کا وقوع بعد بعثت آنحضرت صلعم کے واسطے تائید دین اسلام کے ماتحت نبوت کلی آنحضرت صلعم کے ثابت ہوتا ہے خصوصاً اہل تشیع کے مذہب کے بموجب ہاں فرق اتنا ہے کہ ہم اس درجہ کے قائل نہیں ہیں کہ کسی امام کو علم ماکان ومایکون کا حاصل ہوا ہو یا آیندہ ہو اور اہل تشیع قائل ہیں ہم ایک دوسری آیت بھی اس مسئلہ کے استدلال میں پیش کرتے ہیں قال اللہ تعالیٰ ومن یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء و الصالحین وحسن اولئک رفیقا ذالک الفضل من اللہ وکفی باللہ علیما ۝ اس آیت کریمہ میں جو اللہ اور اوسکے رسول کی فرمانبردار کی معیت چار فرقوں منعم علیھم کے ساتھ بیان فرمائی گئی ہے اوس معیت سے صرف آخرت ہی کی معیت مراد نہیں ہوسکتی کیونکہ اوّل تو اگر دنیا میں ان فرماں برداروں کو اپنی اپنی استعداد کے موافق مرتبہ نبوت یعنی وحی والہام اور درجہ صدیقیت وغیرہ وغیرہ حاصل نہو تو پھر آخرت کی معیت کا ثبوت کیا ہے ہر ایک فرقہ کہہ سکتا ہے کہ ہمکو یہہ معیت

آخرت میں حاصل ہوگی پس مابہ الامتیاز اسلام میں اور اُسکے غیر میں کیا رہا بلکہ ضروری
ہے کہ ہر ایک فرقہ کو دنیا ہی میں اپنے اپنے مرتبہ کے بموجب ایک مابہ الامتیاز اور
فرقان حاصل ہو کما قال اللہ تعالے وما انزلنا علی عبدنا یوم الفرقان یوم التقی الجمعان
واللہ علی کل شیٔ قدیر ایضاً قال اللہ تعالے ولقد اتینا موسی وھارون الفرقان
وضیاءً وذکرا للمتقین ثانیاً آگے اس کے یہہ ارشاد ہوتا ہے کہ ذلک الفضل
من اللہ وکفی باللہ علیما پس جبکہ اس معیت کو اللہ تعالے نے اپنی طرف سے ایک
فضل ارشاد فرمایا ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بڑا ہی فضل ہے جو انسانی
قدرت سے اوسکا حاصل کرنا نہیں ہوسکتا اسلئے ایسا بڑا فضل بجز کشوف اور الہامات
کے اور کیا ہوسکتا ہے اور پھر اسکے بعد ارشاد ہوتا ہے کہ اس فضل من اللہ کا مرتبہ علوم
ظاہریہ سے معلوم نہیں ہوسکتا اس فضل کی حقیقت اللہ تعالی ہی کو معلوم ہے کہ وکفی باللہ
علیما اور پھر گذارش یہہ ہے کہ فقط علوم ظاہریہ سے وہ ذوق وشوق کسی کو حاصل ہی نہیں ہوسکتا
جب تک عالم روحانی کا انکشاف کسی پر نہو جاوے پس عرفان اور ایقان تب ہی حاصل ہوسکتا
ہے کہ مشاہدہ اوس عالم روحانی کا حاصل ہو اور وہ الہام اور کشوف کے حصول پر موقوف
ہے اور دوسرے لفظوں میں ہم اوسکو مرتبہ نبوت کا کہتے ہیں اب ہم ان چاروں لفظوں کی
معانی بھی تحریر کرتے ہیں لفظ نبی جو مفرد نبیین کا ہے نبا بمعنی خبر سے مشتق ہے اس میں اشارہ اسطرف
ہے کہ اعلی درجہ کا فرقہ ان ہر چہار فرقوں میں سے وہ فرقہ ہے کہ جنکو الہامات الہی اللہ تعالی کیطرف سے
ہوتے ہیں اور اعتقادات صحیحہ اور اعمال صالحہ واخلاق حمیدہ کیطرف اللہ تعالے اون کو وہبی
طور پر خود خبردار کردیا کرتا ہے بلکہ اونکے رفقا بھی اس فیض سے محروم نہیں رہ سکتے کہ لایشقی جلیسھم
وارد ہے اور لفظ صدیق اسطرف مشعر ہے کہ بسبب انتہا درجہ کے صدق کے اونکو بھی مشکوۃ
نبوت سے انوار حاصل ہوجاتے ہیں اور اونکے علوم صحیحہ علوم انبیا کے مطابق ہوا کرتے ہیں کیونکہ لفظ
صدیق مبالغہ کا صیغہ ہے اور لفظ شہید کا جسکا ماخذ شہادت ہے اونہوں نے بھی حقایق اور
معارف کو بحکم والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا کے ایسا حاصل کرلیا ہے کہ گویا
اونکو اونکا مشاہدہ حاصل ہے ان ہر سہ فریق کے چوتھے نمبر پر صالحین کا گروہ ہے

جن کے اعتقادات صحیحہ اور اعمال سعیدہ و اخلاق حمیدہ ایسے لایق و فایق ہیں کہ اللہ تعالے کی طرف سے اونکو خطاب صالحین کا عطا ہوا ہے اور غیر اعتقاد و عمل غیر صالح نہیں ہو سکتا الحاصل یہ امر تو باتفاق علما و مجتہدین امت مرحومہ کے ثابت ہے کہ اس خیر الامم میں گروہ صدیقین و شہدا و صالحین کا پہلے بھی موجود تھا اور اب بھی ہے اور آیندہ کو بھی رہیگا لہذا بعینہ اوسی طرح یہ نبیین بھی ہوئے اور ہوتے رہیں گے جن سے مراد وہ افراد کاملین امت کے ہیں جنکو الہامات و مکاشفات بکثرت ہوتے ہیں چنانچہ اس امت محمدیہ میں جو خیر الامم ہے ایسے افراد ملہمین کے بکثرت پیدا ہوئے ہیں اور آیندہ کو بھی ہوتے رہینگے ورنہ من یطع اللہ والرسول جو جملہ شرطیہ ہے اوسکی جزا میں لفظ نبیین نعوذ باللہ لغو اور باطل ہو جاویگا چونکہ اس زمانہ شر و فساد آخری صدی چہاردہم میں فتن اور مفاسد تمام عالم میں کثرت اور شدت کیساتھ شائع ہو رہے ہیں اور تکمیل و اصلاح کی سخت ضرورت واقع ہے اسلیے اللہ تعالے نے اوس مسیح موعود کو جو بموجب کتاب و سنت صحیحہ کے اسی امت محمدیہ میں سے مصداق لفظ منکم کا ہے مبعوث فرمایا جس کی نسبت حدیث صحیح مسلم وغیرہ میں لفظ نبی اللہ متعدد مرتبہ واقع ہوا ہے دیکھو صحیح مسلم وغیرہ کتب حدیث کو اور دیکھو آیت استخلاف میں تمکین دین اور تبدیل خوف کی امن کیساتھ جو بیان فرمائی گئی ہے اوسکو اللہ تعالے نے اپنی طرف بڑے مبالغہ کے ساتھ اسناد کیا ہے باوجودیکہ یہ سب امور خلفاے مہدیین کے ہاتھ سے صادر ہوئے ہیں پس ہیں کیا سر ہے وہ سر یہی ہے کہ ایسی خلافت تالی نبوت ہوتی ہے اور اوس خلیفہ راشد کا فعل اللہ تعالے کا فعل ہوتا ہے تنبیہ لیکن عقل واضح ہو کہ آنحضرت صلعم کی عظمت شان جب ہی حاصل ہوتی ہے کہ جب آپکی امت خیر الامم میں آپکے اتباع کی برکت سے مرتبہ نبوت جزوی بھی آپکے متبعین کو حاصل ہووے کیونکہ ظاہر ہے کہ کسی [illegible] کی عظمت دوسرے روسا کی نسبت اوسی وقت حاصل ہوتی ہے کہ اوسکے قلمرو میں اوسکے ماتحت یا اوسکے تابع بہت سے روسا و نواب ہوویں ورنہ وہ رئیس جس کے ماتحت اوسکے قلمرو میں [illegible] اور [illegible] موجود نہیں وہ رئیس ان روسا سے جنکے قلمرو میں

بہت سے رئیس اور نواب ہوں کیونکر عظیم الشان ہوسکتا ہی علی ہذا القیاس شاہنشاہ بادشاہ سے فضل ہوتا ہی اور یہی قاعدہ تمام علوم اور فنون میں جاری ہی جس شاعر استاد کے شاگردوں میں سے کوئی شاگرد شاعر نہیں ہی اوسکی کیا قدر ہو سکتی ہی اور جس استاد علوم الہیہ کا کوئی شخص مثلاً لغوی یا نحوی یا صرفی یا مفسر یا محدث یا اصولی وغیرہ وغیرہ ہو اور اوسکا فیض علمی دوسروں پر شاگردوں میں سے کسی کو نہ پہنچے تو وہ تو ابتر ہوگا چونکہ آنحضرت صلعم نبی الانبیاء اور سید الانبیاء ہیں اگر آپکے متبعین میں سے کسی کو آپکے کارخانہ نبوت سے فیض نہ پہنچے تو اعتراض آپکے مخالفین کا جو آپکو ابتر کہتے تھے نعوذ باللہ منہ ٹھیک ہو جاویگا حالانکہ ابتریت کا حصر صرف آپکے مخالفین ہی پر کیا گیا ہے ان شانئک ھو الابتر اور اگر صرف انبیاء ماسبق کے ہی آپ نبی الانبیاء رہیں تو اول تو اسکا ثبوت کیا ہی صرف دعوی ہی دعوی ہوا جاتا ہی جسکی کوئی دلیل بین موجود نہیں کیونکہ آپکے اتباع سے تو کوئی اس درجہ کو پہنچا ہی نہیں پھر دعوی نبی الانبیاء کا کیا ثبوت ہی دوسرے البتہ بموجب زعم مخالفین کے صرف ایک درجہ کمال کا تو آپکو حاصل ہوگا مگر درجہ تکمیل کا قطعاً آپکو حاصل نہوا حالانکہ جن انبیاء کے آپ سردار ہیں اونکو بھی یہ درجہ تکمیل کا حاصل تھا حضرت موسیٰ کی امت میں بھی صدہا انبیاء اونکے اتباع کے طفیل سے ہو گئے ہیں حالانکہ حضرت موسیٰ کا صرف اسقدر مرتبہ تھا کہ لو کان موسیٰ حیاً لما وسعہ الا اتباعی پس صوفیاے کرام امت مرحومہ کا یہ مسئلہ بہت ہی صحیح اور درست ہے کہ اس امت خیر الامم میں بھی آپکی اتباع کی برکت سے درجہ نبوت جزوی حاصل ہوجاتا ہے صدق اللہ تعالی ومن یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین وحسن اولئک رفیقا اور اگر ان افراد کاملین کی معیت سے یہ درجات حاصل نہیں ہو سکتے ہیں تو پھر حسن اولئک رفیقا کیوں فرمایا گیا اونکی رفاقت سے کونسا حسن اونکے رفیقوں کو حاصل ہوا اور اگر کہا جاوے کہ یہ مدارج اونکو آخرت میں ہی حاصل ہونگے تو پھر اس دعوی آخرت کا

نبوت کیا پس یہ تو سخت غلطی ہی کہ صرف حصول ان مراتب کا آخرت ہی پر موقوف رکھا جاوے
اللھم اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب
علیھم ولا الضالین آمین! آمین ثم آمین ربنا افتح بیننا وبین قومنا بالحق
وانت خیر الفاتحین۔

چند سوال از مخالفین متعلق مضمون ھذا

(۱) جو معنی خاتم النبیین کے بیان کیے گئے ہیں جن سے ربط و ضبط ہر ایک کلمہ کا سبق او ر لاحق سے ایسا ثابت ہوتا ہی کہ وہ ربط و ضبط ایک اعجازی شان مثل آیتی اندر رکھتا ہی اگر مخالفین اونکو تسلیم نکریں تو بہ الکل اون معنی کو فاسد یا باطل کرکے بصورت بند ہو جانے فیضان کارخانہ نبوت کے ونعوذ باللہ منہا ایسے معنی بیان کریں جن سے اعجازی شان بلاغت کی روح ہو بینوا توجروا (۲) سورہ فاتحہ میں جو دعا اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم آخر تک وارد ہی اور آیت من یطع اللہ والرسول الآیہ میں الذین انعمت علیھم کی تفصیل میں گروہ النبیین بھی اول فرمایا گیا ہی اگر اس خیر الامم میں فیضان کارخانہ نبوت کا بالکل مسدود ہی تو پھر یہ دعا ہر ایک نماز کی ہر ایک رکعت میں پڑھنی تاکید کیساتھ کیوں تعلیم فرمائی گئی ہی اور اول ہی النبیین کا گروہ فرقہائے الذین انعم اللہ علیھم میں کیوں ارشاد ہوا بینوا توجروا
(۳) اگر دروازہ الہام اور وحی اور مکاشفات کا جو انبیا کی شان خاص ہی اس امت خیر الامم میں بالکل بند ہو گیا ہی تو پھر مراتب حق الیقین اور عرفان احسان کے حصول کی کیا سبیل ہی اگر کوئی سبیل نہیں ہی تو یہ امت خیر الامم ہوئی پس ایسی امت محمدیہ کو بمقابلہ اون امم سابقہ کے جنمیں انبیاء بکثرت ہوتے رہے ہیں خیر الامم کیوں فرمایا گیا اور علمائے امتی کانبیاء بنی اسرائیل نبی کریم صلعم کیوں ارشاد فرمایا بینوا توجروا (۴) آیت استخلاف میں جو کما استخلف الذین من قبلھم وارد ہی جس سے مراد سلسلہ خلافت موسوی کا ہی کیوں ارشاد فرمایا گیا باوجودیکہ مابین ہر دو سلسلہ خلافت موسوی اور محمدی کے بموجب زعم مخالفین کے تو تفاوت بین ہی کیونکہ جو خلافت تالی نبوت ہوتی ہی اوسمیں کشوف و وحی کا ہونا ضروریات سے ہی جیسا کہ سلسلہ خلافت موسوی میں واقع ہوا اور تھا یعنی سلسلہ خلافت محمدی میں دروازہ وحی کا بالکل بند ہی پس جو ایسے تفاوت بین کے لفظ کما کیوں لایا گیا کیونکہ جو ملک اور خلافت تالی نبوت نہو وہ تو ملک عضوض کہلاتا ہی پھر تمکین دین پسندیدہ الہی اور تبدیل خوف شرک و کفر کا امن ور اسلام کے ساتھ کیونکر متصور ہو سکتا ہی بینوا توجروا

(۵) جبکہ دروازہ الہام اور وحی یا کشوف کا اس امت خیر الامم پر بالکل مسدود ہی تو اللہ تعالے کی صفات علیم وخبیر وسمیع وغیرہ کا کیا ثبوت ہے یہ ثبوت تب ہی تو ہو سکتا ہی کہ وہ علیم وخبیر کسی اپنے مقرب کو بطور پیشینگوئیوں کے واقعات آیندہ کی خواہ متعلق مخالفین کے ہوں یا موافقین کے خبر دیوے اور وہ واقع ہوجاویں جو شان نبوت کی ہی لیکن چونکہ یہ دروازہ تو بالکل بند ہی ہے پس ان صفات الہی کے ثبوت کی کیا سبیل ہے بینوا توجروا بالفعل یہ چند سوالات کیئے گئے ہیں آیندہ یار باقی صحبت باقی - راقم سید محمد احسن امروہی عفی اللہ عنہ

بحث اقتضائے حالات زمانہ بعثت مجدد کیلئے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً ومصلیاً

کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلعم پر اندک تدبر کرنیسے ثابت ہوتا ہی کہ صدی چہاردہم ہجری ایک مصلح کامل کی بعثت کے لئے سخت اقتضا کر رہی ہے اور مزید اوسپر یہہ ہی کہ حالات زمانہ جو ہر ایک کو ہم کو مشاہد ہو رہے ہیں وہ بھی مقتضی تھے کہ ایک مامور من اللہ اللہ تعالے کیطرف سے مبعوث ہوتا تفصیل اسکی ہمارے رسائل میں موجود ہے یہاں بطور اختصار کے کچھ لکھا جاتا ہی (۱)، قال اللہ تعالے وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین بوقت نزول اس آیت کے اہل زمانہ آنحضرت صلعم میں سے کوئی تو مدعی اتباع موسی کا تھا اور کوئی اتباع عیسوی کا دعویدار تھا اور تمام مشرکین عرب ملت ابراہیمی کے اتباع کا دعوی کرتے تھے مگر مسعندا اللہ تعالی کے نزدیک ایسے فاسق فاجر مشرک اور بدعتی تھے کہ انکو اللہ تعالی نے ضلال مبین میں پھنسا ہوا ہونا بیان فرما کر اپنی صفات ملک قدوس عزیز حکیم کا یہ مقتضا ارشاد فرمایا کہ ھو الذی بعث فی الامیین رسولا منھم یتلوا علیھم ایاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمہ اور اسی امت کے آخرین میں دوسری بعثت کے لئے یوں ارشاد فرمایا واخرین منھم لما یلحقوا بھم وھو العزیز الحکیم بتفسیر مفسرین

کے لفظ آخرین کا معطوف ہے امیین پراے بعثہ فی الامیین و بعثہ فی اخرین ظاہر ہے کہ آنحضرت صلعم کی بعثت اولی امیین میں واقع ہوئی لیکن آپ ہی کی بعثت جو آخرین میں موعود اس آیت میں ہے وہ ایسے لوگوں میں ہوگی جو امیین سے علاوہ محض دوسرے ہی لوگ ہونگے یعنی علوم و فنون کا اوسوقت میں بڑا چرچا ہوگا جو بلفظ آخرین افعل التفضیل کے صیغہ سے ارشاد ہوا لیکن تنقیح طلب یہ امر ہے کہ وہ بعثت کب ہوگی اور کیونکر ہوگی اب واضح ہو کہ یہ امر تو متفق علیہ ہے کہ خود آنحضرت صلعم اپنی قبر مبارک سے جو روضۃ من ریاض الجنۃ ہے تشریف شریف بہلی بعثت کی طرح نہیں لاوینگے کیونکہ لا یذوقون فیہا الموت الا الموتۃ الاولی وارد ہے اور اس مسئلہ پر بعد وفات شریف کے اجماع بھی واقع ہوچکا ہے اگرچہ عاشقان زار تو مدت سے فریاد کر رہے ہیں بجہ

زمهجوری برآمد جان عالم
چو نرگس خواب چند از خواب برخیز

ترحم یا نبی اللہ ترحم
برآور سر ز برد یمانی

زخاک ای لالہ سیراب برخیز
کہ روئے تست صبح زندگانی

نہ آخر رحمۃ للعالمینی
زمحروماں چرا غافل نشینی

اب واسطے تنقیح اس امر کے ہم اس آیت کی تفسیر میں حدیث صحیح متفق علیہ کیطرف رجوع کرتے ہیں تو اوس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپکی بعثت آخرین میں روحانی یعنی بروزی طور پر ہوگی جسمانی طور پر حدیث یہ ہے عن ابی ھریرۃ قال کنا جلوسا عند النبی صلعم حین نزلت سورۃ الجمعہ فتلاھا فلما بلغ واخرین منھم لما یلحقوا بہم قال لہ رجل یا رسول اللہ من ھولاء لم یلحقونا فوضع یدہ علی سلمان الفارسی وقال والذی نفسی بیدہ لوکان الایمان عند الثریا لذھب بہ رجال من فارس او قال من ابناء فارس اب بحکم اذا جاء نہر اللہ بطل نہر معقل کے جبکہ آیت کی تفسیر خود نبی کریم صلعم نے بتلا دی تو اب ہم کو کسی اور کی تفسیر کی ضرورت باقی نہیں رہی — تصنیف را مصنف نیکو کند بیاں مثل مشہور ہے اور مضمون آیت وحدیث دونوں کا اس امر پر متفق ہے کہ اوسوقت میں بھی ضلال مبین ہوگا کیونکہ علم قرآن اور ایمان دنیا سے ثریا تک اوٹھ جاویگا تب وہ بعثت بروزی آنحضرت صلعم

کی بذریعہ رجل ابناء فارس کے واقع ہوگی اب کون نہیں جانتا کہ اس صدی چہار دہم کے قبل ہی سے تند باد ضلالت کی تاریک آندھیاں کیسی چل رہی ہیں حتی کہ تمام انجمنیں اہل اسلام کی مدت سے یہی شور وغل مچا رہی ہیں اور مصلح کامل کو بلا رہی ہیں کیونکہ نور ایمان دنیا سے معدوم ہوگیا فلسفہ یورپ نے ہزاروں مسلمانوں کو ہر قوم کے مرتد کردیا ہزاروں کو دہریہ اور ملحد بنادیا بڑے بڑے خاندان کے لوگ عیسائی ہوگئے انا للہ وانا الیہ راجعون الحاصل اس بعثت آخرین کے لئے زمانہ کا تعین بھی اب ہوگیا کہ وہ زمانہ ضلال مبین کا یہی ہے اور پھر آیت استخلاف جسمیں لفظ کما موجود ہے اس سے صدی چہاردہم ہجری بھی متعین ہوگئی کیونکہ مسیح موسوی بھی بعد حضرت موسی کے تخمیناً چودھویں صدی میں مبعوث ہوئی تھی پس مسیح محمدی کا مبعوث ہونا بھی قریب قریب اوسی زمانہ میں ہونا چاہئے تھا اسلئے کہ کما استخلف الذین من قبلہم ارشاد ہوا ہے اور حدیث بعثت مجدد کی بھی راس صدی کے لئے بتا کید تام مقتضی ہے کہ حرف ان کے ساتھ جو تاکید مضمون جملہ کے لئے آتا ہے وہ حدیث شروع کیگئی ہے پھر علاوہ اسکے انواع انواع کے عذاب قحط زلازل سیلاب زدگی آتش زدگی - طاعون اور دیگر وبائیں بھی اس کثرت اور شدت کیساتھ دنیا بھر میں واقع ہوئیں کہ تمام اخبار معتبرہ یورپ وغیرہ کے پکار اوٹھے کہ یہ تمام آفات غیر معمولی ہیں قال اللہ تعالے وما ارسلنا فی قریۃ من نبی الا اخذنا اھلہا بالبأساء والضراء لعلہم یضرعون ایضاً قال اللہ تعالیٰ وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا ایضاً وما نرسل بالایات الا تخویفا وکہوان آیات کی تفسیر ہمارے رسائل میں اور اسپر علاوہ یہ کہ براہین احمدیہ میں ان آفات کی نسبت پیشین گوئیاں موجود ہیں جن سے صریح ثابت ہوتا ہے کہ وہ زمانہ بعثت آخرین کا یہی ہے ورنہ ایسی پیشین گوئیوں کے بیان کرنے کی براہین احمدیہ میں وہ کونسی ضرورت اللہ تعالیٰ کو واقع ہوئی تھی ان تمام امور پر نظر کرکے اہل انصاف کو ضرور ثابت ہوگیا ہوگا کہ کوئی مامور من اللہ بالضرور مبعوث ہوگیا ہے - ورنہ آیات بینات اور نصوص احادیث

مسیح اور واقعات زمانہ صدی چاردہم کا ایسا تطابق جب ہی ایسا صریح ہوتا ورنہ نہیں معلوم ہوتا کیونکر ہو سکتا تھا جو ہر ایک بشر کی طاقت سے باہر ہے اب رہی یہ بات کہ وہ مامور من اللہ جو بطور بروز محمد صلعم کے مبعوث ہوا ہے وہ کون ہے؟ اوسکا ذکر بحث چہارم میں آتا ہے باقی تفصیل اسکی دیکھو ہمارے رسائل میں

بحث چہارم صدق دعوی حضرت اقدس ایدہ اللہ بنصرہ

حضرت اقدس نے اصل میں بامر اللہ دعوی مسیح موعود ہونے کا کیا تہا اور بحکم لا مھدی الا عیسی بن مریم کے دعوی مہدویت بہی اوسکے ضمن میں آگیا یہہ دونوں دعوے متبعین آنحضرت صلعم سے کسی طرح کا استبعاد نہیں رکہتے کما قال اللہ تعالی ومریم ابنت عمران التی احصنت فرجہا فنفخنا فیہ من روحنا وصدقت بکلمات ربہا وکتبہ وکانت من القانتین اس آیت میں اللہ تعالی نے ضرب اللہ مثلا للذین امنوا فرماکر مومن کامل کو مریم بنت عمران کیساتھ تشبیہ وتمثیل دی ہے اور یہ تو ظاہر ہے کہ حضرت مریم میں جبکہ اللہ تعالی کی طرف سے نفخ روح ہوا تو حضرت عیسے بن مریم پیدا ہوگئے اس تمثیل مندرجہ کلام الہی سے ثابت ہوتا ہے کہ مومن کامل میں جب اللہ تعالی کیطرف سے نفخ روح یعنی وحی والہام ہوتا ہے تو وہ مومن مریم اور ابن مریم صفت ہو جاتا ہے اسی سر کیلیے صیغہ مذکر قانتین بجاے قانتات کے ارشاد فرمایا گیا دیکھو تفسیر اسکی ہمارے رسائل میں اور مہتدی یا مہدی ہونا تو افراد کاملین امت کے لئے قرآن مجید میں اس کثرت سے وارد ہوا ہے کہ اس مختصر مضمون میں اوسکے ذکر سے طوالت ہوگی جابجا اولئک ھم المھتدون فرمایا گیا ہے اور بحالت جمع کے مہتدین کثرت سے وارد ہوا ہے افسوس کہ ان دعاوی پر فتوے ہاے تکفیر شائع ہو رہے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون ؎ کم ذا التلعب منکم بالدین + والایمان تلعب الصبیان۔ تنبیہ تمام قرآن مجید میں جب ہم نظر کرتے ہیں تو اثبات توحید وہستی باریتعالی پر اور نیز اثبات نبوت آنحضرت صلعم پر دو دلیل قائم کرکے استدلال فرمایا گیا ہے دلیل انی اور دلیل لمی یعنی اثار سے معلول پر ... ادے سکتے ہیں کہ آثار معلول سے

مؤثر یا علت کا وجود ثابت کیا جاوے چنانچہ جب آفتاب کی دہوپ پر ہماری نظر
پڑتی ہے جو آفتاب کے آثار میں سے ہے تو ہمکو آفتاب کا علم پیدا ہو جاتا ہے اور
اگر کسی مکان میں دہواں اوٹہتا ہوا نظر آوے تو اوس مکان میں آگ کے موجود
ہونے کا علم حاصل ہوجاتا ہے اسیطرح پر اللہ تعالیٰ کی ہستی اور توحید پر دلائل انی سے
کام لیا گیا ہے اور آنحضرت صلعم کی رسالت کا ثبوت بہی آثار رسالت سے
ثابت فرمایا گیا ہے اور معجزات اوسپر علاوہ ہیں نظر کرو آیات ان فی خلق السموات
والارض الایه پر اور محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار وغیرہ
آیات پر کہ آیت اول میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ہستی کا ثبوت آثار بدیعہ آیت
سے دیا ہے ولنعم ماقیل ؎ زہر ذرہ چو در روئے وے راہی ست بر اثبات
وجود او گواہی ست ✦ بو نقش دل ہر ہوشمندی ✦ کہ باشد نقشہا را نقشبندی
اور آیت ثانی میں آنحضرت صلعم کی رسالت کے اثبات میں آپکے اصحاب کرام
کی وہ صفات اور آثار بیان فرمائے ہیں جو بغیر صحبت ایسے رسول عظیم الشان کے
جیسے کہ آپ تہے وہ صفات اون کو ہرگز حاصل نہ ہو سکتی نہیں اور نہ کبھی کفی باللہ
شہیدا کے آنحضرت صلعم مصداق ہوتے نعوذ باللہ منہ جس سے مراد یہ ہے
کہ ہزاروں معجزات آپکے ہاتھ پر صادر ہوئے اسیطرح پر اللہ تعالیٰ آپکے دعاوی کا
گواہ کافی و وافی ہو گیا وغیرہ وغیرہ من الآیات الکثیرہ اب جو ہم حضرت اقدس
کے آثار پر نظر کرتے ہیں تو ہمکو ناچار آپکے مامور من اللہ ہونیکا اقرار کرنا پڑتا ہے۔

(۱) معارف اور حقائق قرآن مجید کے آپکی کتابوں میں ایسے درج ہیں جو بغیر تائید روح
القدس کے علمائے ظواہر کے قلم سے ہرگز نہیں نکل سکتے ؎

زاد دانشمند آثار قلم ✦ زاد صوفی چیست انوار قدم

(۲) آپ کے دعوے کے وقت پر جب نظر کرتے ہیں تو راس صدی کو قریب پاتے
ہیں جیسا کہ احادیث صحیحہ میں وارد ہوا ہے (۳) جملہ مذاہب باطلہ اور ادیان
فاسدہ دنیا کو آپکے حربہ ہائے روحانی اور قلم ربانی نے ایسا ہلاک کر دیا جو مصداق

لیھلک من ھلک عن بینۃ ویحیی من حی عن بینۃ کا مصداق ہو (۴) قوم سکھ پر جو اہل اسلام اور اسلام کے ساتھ سخت متعصب قوم تھی ایسا اتمام حجت کیا ہو کہ اونکو اب سر اوٹھانیکی جگہ باقی نہیں رہی صدق اللہ تعالی لیظہرہ علی الدین کلہ (۵) دین عیسائی کے لیڈر آپکے حریبا سے روحانی کے مقابلہ میں آ کر ہلاک ہوگئے دیکھو حالات عبداللہ اتہم اور ڈوئی امریکہ وغیرہ کو (۶) آریوں کا لیڈر بھی آپکے مباہلہ میں آ کر ہلاک ہوگیا صدق رسولہ الکریم لایحل لکافران یجد ریح نفسہ الامات (۷) جملہ علامات مہدی مسعود اور مسیح موعود کی جو احادیث صحاح میں آئی تہیں وہ تمام واقع ہوچکیں دیکھو ہمارے رسائل مسک العارف وغیرہ کو (۸) کتب متعددہ و معتدا متحدیانہ زبان عرب میں باوجود عدم تعلم علم ادب کے ایسی شائع کیں جنکا جواب آج تک نہ عربی ادیبوں سے ہوسکا اور نہ غیر عربی ادیبوں سے اور پھر کوئی ادیب تو ان کتب کی تحدی میں آ کر بموجب پیشگوئی کے ہلاک بھی ہوگیا اور کوئی ابتک نامراد و ناکام رہکر اپنی زندگی کو ذلت اور خواری کیساتھ بسر کر رہا ہے انی مھین من اراد اھانتک (۹) آپکو الہامات اور کشوف اس کثرت سے ہوئے کہ اولیاے امت محمدیہ میں سے کسی کو اس کثرت سے ثابت نہیں ہوتے ہیں دیکھو براہین احمدیہ اور کتاب حقیقت الوحی وغیرہ کو (۱۰) وہ نشانات آسمانی و زمینی آپکے لیے صادر ہوئے جو سواے اللہ تعالی کے بشر کی قدرت اور طاقت کا اونمیں ایک ذرہ بھر بھی دخل نہیں ہوسکتا اور وہ مہدی اور مسیح موعود کے نشانات ہیں سے تھے وتلک عشرۃ کاملہ مثلاً کسوف اور خسوف کا اجتماع رمضان ۱۳۱۱ہجری میں اور تمام دنیا میں الا ماشاء اللہ تعالی حکومت نصاری کی جو احادیث میں وارد ہے اور خود کسر الصلیب وسیر ایک دلیل صریح ہے کیونکہ کسر صلیب تو اسی وقت ہونا مناسب ہے جبکہ اوسکا غلبہ ہو طلوع ستارہ ذی السنین کا وقوع وغیرہ وغیرہ غرض کہانتک وہ نشانات شمار کیے جاویں جو وقوع میں آئے ہیں الحاصل ان سب آثار اور علامات کا موجود ہوجانا کیا آپکے صدق دعوی کے لئے

ایک بینہ اور آپ کی صداقت کیلئے ایک دلیل روشن نہیں ہو گیا سچا کلام ہے

آسمان بارد نشان الوقت میگوید زمیں   ایں دو شاہد از پئے تصدیق من استادہ اند

اگر باوجود موجود ہونے ان آثار اور علامات کے بھی حضرت اقدس اپنے دعوی میں کسی منکر کے نزدیک صادق نہیں ہیں تو پھر ایسے منکر معاند کے لئے آنحضرت صلعم کی تصدیق کے لئے کیا سبیل ہے وہ بیان کیجاوے صدق اللہ تعالی وکاین من اٰیۃ فی السموات والارض یمرون علیھا وھم عنھا معرضون ربنا افتح بیننا وبین قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین سید محمد احسن امروہی عفی اللہ عنہ

بحث پنجم الہامات الہی کے فہم میں خود ملہم سے خطائے اجتہادی واقع ہوجاتی ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم مولوی ثناء اللہ صاحب نے جو منہاج نبوت سے محض نا آشنا ہیں حضرت اقدس کے بعض الہامات میں اپنے زعم فاسد کے بموجب خطائیں اور غلطیاں ثابت کی ہیں اور بعض الہامات میں بسبب اجمال کے ٹھٹھہ اوڑایا ہے لیکن کوئی ایک الہام بھی بنفسہ ایسا نہیں ہے جس میں کوئی غلطی یا خطا واقع ہوئی ہو ہاں بسبب نوع مجاز واستعارات واجمال کے الہام الہی کے فہم میں خود ملہم سے بھی خطائے اجتہادی واقع ہو سکتی ہے اس وقوع خطائے اجتہادی سے نہ تو ملہم کے منصب عالی میں کچھ فرق آسکتا ہے اور نہ الہام ربانی یا کلام الہی میں کسی طرح کا شک پیدا ہوسکتا ہے کتاب اللہ اور سنت نبویہ میں اس کے شواہد بکثرت موجود ہیں دیکھو اعلام الناس حصہ اول اگر یہ منہاج ثنائی اختیار کیا جاوے تو پھر تمام قرآن مجید اور احادیث صحیحہ بھی گویا مخبر صادق سے نعوذ باللہ دست بردار ہونا پڑیگا تم نعوذ باللہ منہ دیکھو حضرت نوح کے لئے یہ الہام ہوا تھا کہ قلنا احمل فیھا من کل زوجین اثنین واھلک الا من سبق علیہ القول لیکن حضرت نوحؑ نے بیٹے کے غرق ہونے پر چونکہ اوسکو اپنے اہل سے سمجھا اس لئے جناب باری میں عرض کیا کہ اے میرے رب میرا بیٹا تو میرے اہل میں سے تھا اور تیرا وعدہ سچا ہے کما قال اللہ تعالی ونادی نوح ربہ فقال رب ان ابنی من اھلی وان وعدک الحق وانت احکم الحاکمین یہ فہم حضرت نوح کا مراد الہی کے محض خلاف تھا کیونکہ اونکے جواب میں ارشاد ہوا کہ انہ لیس من اھلک انہ عمل غیر صالح اگرچہ اس خطا سے حضرت نوحؑ پر عتاب الہی بھی وارد ہوا ہے مگر بالآخر اون کو سلام بھی اللہ تعالی کیطرف سے پہنچا ہے قیل یا نوح اھبط بسلام منا وبرکات علیک وعلی امم ممن معک ابناظرین

غور فرماویں کہ حضرت نوح سے باوجودیکہ خطاے صریح صادر ہوئی تھی لیکن وہ خطا بالآخر معاف فرمائی گئی اور اللہ تعالی کیطرف سے آپکو سلام بھی پہنچایا گیا اور آپکے منصب نبوت میں کچھ فرق نہ آیا آنحضرت صلعم کو اللہ تعالی نے یہ بشارت دی تھی کہ سیھزم الجمع ویولون الدبر مگر آپکو بسبب اجمال کے یہ علم نہ تھا کہ یہ بشارت کس موقعہ پر واقع ہوگی دیکھو اس آیت بشارت کی تفاسیر کو ایضاً قال اللہ تعالی وما ادری ما یفعل بی ولا بکم اس آیت کے معنی بجز اسکے اور کیا ہوسکتے ہیں کہ تفاصیل جزئیہ عذاب و ثواب کی جو تمکو اور مجھکو پیش آنیوالی ہیں انکا علم مجھکو حاصل نہیں ہے ایضاً قال اللہ تعالی ویقولون متی هذا الوعد ان کنتم صادقین قل انما العلم عند اللہ وانما انا نذیر مبین ایضاً قال اللہ تعالی قل ان ادری اقریب ام بعید کیا ان پیشگوئیوں کی عدم علم سے سید المرسلین وخاتم النبیین کے منصب میں کوئی فرق آسکتا ہے کلا وحاشا اور احادیث پیشگوئیوں میں جو اجمال یا استعارات ہیں وہ کتب حدیث پڑھنے والے پر مخفی نہیں ہیں چنانچہ حدیث صحیح میں موجود ہے کہ ایک خوشہ انگور کا آپکو دکھایا گیا کہ یہ ابوجہل کے لئے ہے مگر یہ پیشگوئی عکرمہ بیٹے ابوجہل کے لئے واقع ہوئی اور سراسر مجاز و استعارات اور اجمال ہیں یہ ہے کہ اللہ تعالی کے کلام اور الہام اور انبیاء کے علم اجتہادی میں مابہ الامتیاز حاصل ہوجاوے کہ اللہ تعالی کے علم کے برابر انکا علم اجتہادی جو بشری ہے برابر نہیں ہوسکتا اور نیز یہ حکمت بھی ہے کہ انسان اپنی طاقت عقلی اور قوت علمی اسکے فہم میں صرف کرتا رہے تاکہ مستحق اجر اور صواب کا ہو کیونکہ بغیر استعمال اپنے قویٰ کے انسان کسی اجر کا مستحق نہیں ہوسکتا کل نعماء الہی سوا منصب نبوت کے جو وہبی ہوتا ہے مجاہدات سے ہی حاصل ہوتی ہیں والذین جاهدوا فینا لنهدینهم سبلنا علاوہ پیشگوئیوں کے دیگر مسائل میں بھی خطاء اجتہادی واقع ہوجاتی ہے کما قال اللہ تعالی ما کان لنبی ان یکون له اسری حتی یثخن فی الارض تریدون عرض الدنیا واللہ یرید الآخرة واللہ عزیز حکیم لولا کتاب من اللہ سبق لمسکم فیما اخذتم عذاب عظیم یہ آیت جنگ بدر کے قصہ میں نازل ہوئی ہے اب غور کرو کہ ایک اجتہادی رائے پر جو خلاف مراد الٰہی کے تھی کسقدر عتاب نازل ہوا نبی کریم صلعم بہ تاکید ارشاد فرماتے ہیں لقد عرض علی عذابهم ادنی من هذه الشجرة لشجرة قریبة منه ولو نزل عذاب من السماء لما نجی منه غیر عمر وسعد بن معاذ دیکھو اس قصہ کی تفصیل تفاسیر وکتب احادیث میں اسلئے خود حضرت اقدس بھی متعدد کتابوں میں خطا فی الاجتہاد کے وقوع کا بھی اقرار فرماتے ہیں مثلاً دیکھو نصرة الحق صفحہ ۹۵ سطر ۲ کو اور حصہ پنجم صفحہ ۹۹ وغیرہ کو بخاری مصری جلد ثانی باب ہجرة النبی صلعم میں حدیث فذهب وهلی کو اور تحفہ گولڑویہ جو کتب معتبرہ حدیث و تفاسیر میں لکھا ہے پھر دیکھو حضرت عمر وغیرہ کو فہم بعض پیشگوئیوں میں کیسا ابتلا پیش آیا تلات عشرة کاملہ دیکھو تفسیر اسکی ہمارے رسائل میں ہیں جو حملات شیر پنجاب نے الہامات حضرت اقدس پر کئے ہیں وہ تمام قرآن مجید احادیث صحیحہ اور آنحضرت صلعم پر وارد ہوتے ہیں اور جسقدر علم قرآن مجید اور کتب حدیث سے محض ناآشنا ہیں فقط

بحث ششم یہ کہ حضرت کی وفات شریف مثل مومنین صادقین کے واقع ہوئی دیکھو رسالہ حیات الانبیاء فی وفات الانبیاء میں جو ایک مستقل رسالہ اسی بحث میں لکھا گیا ہے جسکا جواب آج تک نہیں ہوا واخر دعوانا عن الحمد للہ رب العالمین السید محمد احسن امروہی ۱۹ جون ۱۹۰۹ء

فہرست کتب مولوی محمد صاحب لودھی مصنفہ حسن مرحوم عفی اللہ عنہ وعفی

نمبر شمار	نام کتاب	کیفیت	قیمت
۱	اعلام الناس حصہ دوم	بٹالوی کے جواب میں	۳ر
۲	سواء السبیل حصہ دوم	اس میں بٹالوی سے پچاس سوال کیے گئے	۵ر
۳	آیات الرحمٰن	عصائے موسیٰ کے جواب میں	۴ر
۴	الفرقان	کتاب البرہان کا رد	۱۰ر
۵	مجموعہ ازالۃ الوسواس	(جلسہ دعا کی تحقیقات پر ہے) (مقابلہ مولوی ثناء اللہ صاحب کے)	۳ر
۶	تحذیر المومنین	بٹالوی کی تکفیر نامہ کا رد ہے	۲ر
۷	التبیان فی استہلال الصبیان	حدیث شیطان کی شرح ہے	۱ر
۸	کشف الالتباس	مسائل اضحیہ میں ہے	۔ر
۹	الموعظۃ الحسنہ	یہ تفسیر سورۃ تبت کی ہے	۵ر
۱۰	صیانۃ الناس	بٹالوی صاحب کی تکذیب میں خط	۵ر
۱۱	نکت الشک	انتخاب تحذیر المومنین	۰ر
۱۲	سنۃ ضروری	دمیتو کے مباحثہ کے حالات وبعض مضامین	۰۲ر

فہرست اور رسائل تصنیف شدہ کی جو باقی نہیں تقسیم ہو چکے

(۱) اعلام الناس حصہ اول (۲) سواء السبیل حصہ اول (۳) شمس بازغہ (۴) القسطاس المستقیم (۵) سر الشہادتین (۶) مسک العارف (۷) شاہین (۸) الحق دہلی (۹) مصباح الادلۃ فی الادلہ الاذلہ (۱۰) نور الایمان فی لیالی رمضان (۱۱) میزان الاعتدال (۱۲) اتمام الحجت (۱۳) احسن الکلام (۱۴) ایقاظ النائمین وتنبیہ الغافلین (۱۵) ترجمہ تعدیل ارکان ملا علی قاری صاحب مرحوم

[illegible]

المشتہر

سید محمد یعقوب غفر لہ الخطایا والذنوب امام مسجد محلہ شاہ علی سرائے